یہ صرف سلفیت کا طرہ امتیاز ہے کہ یہ کتاب وسنت کو فہم صحابہ کی روشنی میں
سمجھتے، سمجھاتے اور عمل کرتے ہیں۔

لماذا تركت دعوة الإخوان المسلمين؟!

میں نے اخوانی دعوت کو ترک کر کے سلفی منہج کو اختیار کیوں کیا؟

تالیف:

فیصل بن عبدہ قائد الحاشدی

تقدیم:

ابو عبد الرحمن مقبل بن ھادی الوادعی

مترجم:

د/ اجمل منظور المدنی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تقدیم شیخ مقبل بن ہادی الوادعی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

فاضل برادرم فیصل بن عبدہ قائد الحاشدی کے رسالے (**لماذا ترکت دعوۃ الإخوان المسلمین**؟!) سے میں مطلع ہوا، جو اپنے موضوع میں بہت ہی مفید ہے، میں نے اس رسالے کو اپنے فاضل دوست سعید بن عمر حبیشان پر پیش کیا تا کہ اسے شائع کر کے اسکا فائدہ عام کرنے میں ہمارا ساتھ دیں، میری دعوت پر فاضل دوست نے لبیک کہا، اللہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی ہمارے فاضل دوست فیصل کو دفاع دین وعقیدہ کی مزید توفیق عطا فرمائے، کیونکہ اہل بدعت پر رد کرنا سب سے بڑا جہاد اور تقرب الہی کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

فاضل دوست فیصل کو معلوم رہے کہ اس کام پر آپ کے خلاف بہت سے ایسے سرپھرے پروپیگنڈہ کرنے آئیں گے جن سے اس وقت اہل سنت کو بڑی تکلیفوں کا سامنا ہے، بطور خاص ان غیور احباب کو جو بدعات اور گمراہیوں کا مقابلہ کررہے ہیں، ان شاء اللہ یہ آج نہیں تو کل ضرور ایکسپوز ہوں گے، والحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ

مقبل بن ھادی الوادعی

۱۴۲۱/۳/۲ھ



تقدیم شیخ عبدالعزیز البرعی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

فاضل برادرم فیصل بن عبدہ قائد الحاشدی کے رسالے سے میں مطلع ہوا، جسے پڑھ کر بہت ہی مفید پایا، اس رسالے کے اندر فاضل برادرم نے اخوان المسلمون تنظیم کے بعض عیوب کو ایکسپوز کیا ہے، چنانچہ یہ معلوم رہے کہ اس کتاب میں مولف نے جو بھی عیوب گنائے ہیں صرف انہیں تک یہ محدود نہیں ہیں، مولف نے صرف انہیں خامیوں کو گنایا ہے جن کی وجہ سے انہوں نے اس تنظیم کو چھوڑا ہے۔

اخوان المسلمون تنظیم ایک زمانے سے قائم ہے، جس نے اپنے بال و پر دنیا کے مختلف خطوں تک پھیلا چکی ہے، کہا جاتا ہے "کل جدید لذیذ" اسلئے لگتا یہی ہے کہ اب اس تنظیم کا زمانہ ختم ہوا چاہتا ہے کیونکہ یہ تنظیم اب کھل کر سامنے آچکی ہے اور اپنے باطل مقاصد کو باہر کر دیا ہے جو کہ اب تک چھپے ہوئے تھے۔

سچ کہا ہے کسی نے:

كُلُّ امْرِئٍ رَاجِعٌ يَوْمًا لِشِيمَتِهِ
وَإِنْ تَخَالَقَ أَخْلَاقًا إِلَى حِينِ

ترجمہ: ہر شخص ایک نہ ایک دن اپنی اصل فطرت کی طرف واپس ہو جاتا ہے۔ گرچہ وہ بظاہر کچھ دنوں تک بااخلاق بنا پھرتا رہے۔

مزید ایک شاعر نے کہا:

وَ مَهما تَكُن عِندَ اِمرِئٍ مِن خَليقَةٍ

وَإِن خالَها تَخفى عَلى الناسِ تُعلَمِ

ترجمہ: کسی بھی شخص کے پاس خواہ کوئی بھی اخلاق ہو۔ اسے وہ گرچہ لوگوں سے چھپانے کی کوشش کرے، مگر وہ کسی نہ کسی دن معلوم ہو جائے گا۔

یہ ہمارے فاضل دوست **فیصل** ہیں جن کی طرح سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں لوگ اس اخوانی تنظیم سے جڑے تھے لیکن بعد میں اس کی حقیقت معلوم ہونے پر اسے ترک کر دیا، پہلے انہوں نے دور سے دیکھنے کے بعد اسے حق پر سمجھا اور اس سے جڑ گئے، لیکن اس کے باطل نظریات اور فاسد مقاصد کی خبر لگتے ہی اسے خیر باد کہہ دیا۔

اگر اخوانیوں کو معلوم ہوتا کہ ہمارے فاضل دوست **فیصل** مال وزر کے عوض خریدے جا سکتے ہیں تو یہ ضرور انہیں خریدنے کی کوشش کرتے جیسا کہ اس تنظیم کی عادت ہے، کتنے ایسے کمزور ایمان اور عقل سے پیدل لوگ پائے گئے جنہوں نے اپنا عقیدہ، منہج اور توحید سب کو چند سکوں کے عوض اخوانی تنظیم کے ہاتھ بیچ دیا، مگر ہمارے فاضل دوست **فیصل** نے خود کو اللہ کیلئے وقف کیا ہوا ہے اسی لئے انہیں خریدنا ممکن ہی نہیں بلکہ محال تھا، ارشاد باری تعالی ہے: (**قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ** [162] **لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ**) ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو سارے جہان کا مالک ہے [162] اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں سب ماننے والوں میں سے پہلا ہوں۔ (الانعام: ۱۶۳)۔

اگرآپ اس وقت یہ کہتے ہیں کہ اخوان المسلمون تنظیم کے رخصت ہونے کاوقت قریب آچکا ہے تو آپ اپنی بات میں سچے ہوں گے، میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی اخوانی آکرلوگوں کے مجمع سے خطاب کرکے یہ کہہ دے کہ اے لوگو! اخوان المسلمون تنظیم کے اندرشامل ہوجاؤ۔اگرکوئی جراءت کرکے ایسا کہہ دے تو لوگ اس پرپل پڑیں گے۔لیکن اگراہل سنت والجماعہ میں سے کوئی آکر کہے کہ اے لوگو !اہل سنت والجماعہ میں شامل ہوجاؤ۔تو لوگ اسکا ساتھ دیں گے؛ کیونکہ لوگ اس منہج سے مانوس اور واقف ہیں،اور یہی منہج حق ہے،اورحق اس لائق ہیکہ اس کی پیروی کی جائے۔

اور دعوت کے باب میں فن مراسلہ کی بھی بڑی اہمیت ہے،اور دعوت دین میں یہ بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔بلکہ ہمیں اللہ کی معرفت اسی مراسلے اورنبوی رسالتوں ہی کے ذریعے ہوئی ہے،نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہوں اورقبائلی سرداروں کے پاس خطوط بھیجے، جوتاریخ میں معروف ہے، اسی طرح علمائے حدیث بھی حدیث کے باب میں ایک دوسرے کو مراسلہ کے ذریعے علم حدیث بھیجتے ہیں جسے تحمل حدیث کے باب میں مکاتبہ کہتے ہیں اسی طرح بہت سارے علماء نے بھی بادشاہوں کوخطوط لکھے ہیں،اوراسی طرح بعض بزرگوں نے اپنے ساتھیوں اور دوستوں کے پاس خطوط لکھے ہیں جو بہت ہی مفید رہے ہیں۔

یہ خطوط ان خطوط اورمراسلوں سے بالکل جدا ہوتے ہیں جن کے اندرفحش کلامی اورغزل پائے جاتے ہیں،اس لئے اگرکوئی رسالہ لکھے تو اسے چاہئے کہ وہ سچائی، اخلاق فاضلہ اوراچھی نصیحتوں کا خوگر بنے۔

اسی طرح کے خطوط اوررسالوں میں کچھ بظاہر جھوٹی باتیں:

- جیسے کہ کوئی اپنے دوست سے کہتا ہے کہ ہم تو صرف تمہارا ہی حال پوچھتے ہیں،تمہاری صحت

اور تندرستی ہمارا مقصد اور مراد ہے۔ حالانکہ وہ اپنے اس کلام میں جھوٹا ہوتا ہے، ممکن ہے اس نے کبھی بھی اسکا حال کسی سے دریافت تک نہ کیا ہو، نہ ہی اسے کبھی یاد کیا ہو، اور نہ ہی اس کی صحت کبھی اسکا مقصد اور مراد رہا ہو، بلکہ وہ ایسا اس لیے لکھ رہا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ انسان اپنی تندرستی کو بہت عزیز رکھتا ہے۔

-کسی کا یہ کہنا کہ ہمیں صرف آپ ہی کی کمی کا احساس رہا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ یہ کلام بالکل جھوٹ ہے، اس طرح کی باتیں مداہنت اور چاپلوسی میں کہی جاتی ہیں۔

آخر میں کہوں گا کہ اس رسالے کے اندر قاری کو بڑی عجیب چیزوں کا سامنا ہوگا، اور سب سے زیادہ تعجب تو اسی پر ہوگا جب قاری کو یہ معلوم ہوگا کہ اس رسالے کا مولف قوت سماعت سے محروم ہے، وہ نہ تھوڑا سنتا ہے نہ زیادہ، بلکہ بولنے کی قوت سے بھی محروم ہے، وہ بولتا تو ہے مگر اسکی باتیں غیر مفہوم ہوتی ہیں، اسی لئے ہم لوگ فاضل دوست فیصل سے مراسلے اور مکاتبے ہی میں گفتگو کرتے ہیں، جس سے وہ ہمیں اپنی پوری بات سمجھا لے جاتے ہیں، یہ بھی اللہ ہی کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے عنایت کرتا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جو سنتے ہیں اور بولتے بھی ہیں مگر انکی باتوں میں برکت نہیں ہوتی، دعا ہیکہ اللہ تعالی ہمیں قوت سماعت اور قوت بصارت سے معمور رکھے اور انہیں اپنی طاعت میں لگا دے، انک ولی ذلک والقادر علیہ، والحمد للہ رب العالمین۔

کتبہ

عبدالعزیز بن یحی البرعی

۱/ ۴ / ۱۴۲۱ھ

الیمن، اِب

تقدیم شیخ علی بن محمد الاعروقی

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی نبینا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین، وبعد:

میں نے فاضل دوست فیصل بن عبدہ قائد الحاشدی کا رسالہ پڑھا جسے ایک مشفق اور ناصح کی طرف سے ایک عمدہ اور پرخلوص رسالہ پایا، ایسے شخص کا پیغام جو امت کیلئے خیر خواہ ہے، جسے یہ نہیں پسند ہے کہ بدعت اور نفس پرستی آندھی اس امت کو اپنی لپیٹ میں لے۔

مولف نے آپ نے اس رسالے کے اندر اخوان المسلمون کے مراجع اور مصادر کی کتابوں سے ایسے اقوال نقل کئے ہیں جن سے واضح ہوتا ہیکہ انکا منہج اور عقیدہ فاسد اور باطل ہے، اور بلا شبہ گھر کے بارے میں گھر والے ہی بہتر جانتے ہیں، اور یہی معاملہ ہمارے فاضل دوست ابوعبداللہ فیصل کا بھی ہے جو اس رسالے کے مولف ہیں، جنہوں نے اس بدعتی اور حزبی تنظیم کے ساتھ ایک لمبا وقت گزارا ہے، چنانچہ جب حق واضح ہوگیا تو اس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور حق کی طرف واپس آگئے، اور یہی دین کا طریقہ اور حق وہ بھی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہیکہ جب سنت رسول کسی کیلئے واضح ہو جائے تو اس کیلئے بالکل یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اسے کسی امتی کے کسی قول کی بنا پر ترک کردے۔

ہمیں اس بات کا انکار نہیں ہیکہ اخوان المسلمون تنظیم کے اندر کوئی مخلص انسان بھی ہوگا، بلکہ اصل اعتراض یہ ہیکہ یہ جس منہج پر قائم ہیں وہ گمراہ اور باطل منہج ہے، اس سے دور رہونا اور ترک کرنا واجب ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِنْ

كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا) ترجمہ: اگر تم کسی چیز میں جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹاؤ، اگر تم اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہتر ہے اور انجام کے لحاظ سے زیادہ اچھا ہے۔(النساء:۵۹)۔

اس کے ساتھ یہ بھی اضافہ کرلیں کہ وہ منہج سلف صالح کے فہم کے مطابق ہو، ارشاد باری تعالی ہے: (فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ [137] صِبْغَةَ اللَّهِ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ صِبْغَةً وَنَحْنُ لَهُ عَابِدُونَ) ترجمہ: پھر اگر وہ اس جیسی چیز پر ایمان لائیں جس پر تم ایمان لائے ہو تو یقیناً وہ ہدایت پا گئے اور اگر پھر جائیں تو وہ محض ایک مخالفت میں (پڑے ہوئے) ہیں، پس عنقریب اللہ تجھے ان سے کافی ہو جائے گا اور وہی سب کچھ سننے والا، سب کچھ جاننے والا ہے۔ [137] اللہ کا رنگ (اختیار کرو) اور رنگ میں اللہ سے بہتر کون ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔(البقرہ:۱۳۸)۔

آخر میں دعا ہیکہ موضوع کے اس حسن اختیار پر اللہ تعالی ابو عبد اللہ کو جزائے خیر عطا فرمائے، آپ نے اس رسالے کے ذریعے امت کو نصیحت کر دی ہے اور اسے ایک بڑی گمراہی سے آگاہ کر دیا ہے، میں کہتا ہوں کہ آپ نے بہت ہی عمدہ کارنامہ انجام دیا ہے، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

کتبہ

ابو الحسن علی بن محمد المطری الاعروقی

سرپرست اعلی مرکز السنہ، القاعدہ

۲۹/محرم، ۱۴۲۱ھ

مقدمہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

ہمارے محبوب دوستوں میں سے ایک فاضل دوست نے مطالبہ کیا کہ میں ایک رسالہ لکھوں جس کے اندر ان اسباب کو بیان کروں جن کی وجہ سے میں نے اخوان المسلمون تنظیم کے ساتھ دعوتی کام کرنا چھوڑ دیا، لہذا میں نے اپنے دوست کی طلب پر لبیک کہا، اور اپنے دوست کے پاس اس رسالے کو بھیجنے سے قبل میں نے اس کی تصویر کرائی اور اسے وہ یہ تصویر کرنے والے کے پاس ہی چھوڑ دیا اور گاؤں چلا گیا، گاؤں سے واپسی کے بعد پتہ چلا کہ میرا یہ رسالہ ہرسو پھیل چکا ہے، شاعر کہتا ہے:

فسار مسير الشمس في كل بلدة

وهب هبوب الريح في البر والبحر

ترجمہ: روشن آفتاب کی طرح ہر شہر میں پہونچ چکا ہے، اور ہواؤں کی مانند بحر و بر تک اسکی رسائی ہو چکی ہے۔

میں نے سوچا کہ اس رسالے سے نام کو حذف کردوں تاکہ عام ہو جائے۔

اور شاید یہ کوئی کہہ سکتا ہے کہ جب رسالہ بغیر نام کے عام ہوگا تو پھر ہمارا دشمن ہمارے عیوب سے واقف ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہیکہ دشمن ہمارے عیوب کے بارے میں ہم سے زیادہ جانکاری رکھتے ہیں، ہم خود اپنے بارے میں نہیں جانتے یا اسکا اعتراف کرنا نہیں چاہتے ہیں، کیوں کہ ہم اسی

پر مصر ہیں، شاعر کہتا ہے:

فلست براء عيب ذي الود كله

ولا بعض ما فيه إذا كنت راضيا

فعين الرضا عن كل عيب كليلة

ولكن عين السخط تبدي المساويا

ترجمہ: دوست کے تمام عیبوں سے میں براءت کا اظہار نہیں کرتا۔ اور نہ ہی اسکے بعض عیوب سے براءت کا اظہار کرتا ہوں جب میں اس سے خوش ہوتا ہوں۔

دراصل خوشی کی نگاہ ہر عیب پر کند ہوتی ہے، جبکہ ناراضگی کی نگاہ سارے عیوب کو آشکارا کر دیتی ہے۔

میں نے اخوان المسلمون تنظیم کے تمام آراء وافکار کو ہر بہتر محمل پر لانے کی کوشش کی تاکہ ہر ایک کا کوئی نہ کوئی معقول عذر مل جائے، مگر افسوس کہ ایسا ایک بھی نہیں مل سکا، جبکہ میں نے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی، اور میرے اوپر چونکہ اس تنظیم کا یہ احسان رہا ہے کہ اس نے مجھے فساد کے چنگل سے نکالا اور ہماری اسلامی تربیت میں اچھا کردار ادا کیا گر چہ اسکے اندر بہت ساری عقدی اور فکری غلطیوں پائی جاتی ہیں۔

یہ میری طرف سے ایک متواضع کوشش ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (لِيُنفِقْ ذُو سَعَةٍ مِّن سَعَتِهِ وَمَن قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهُ فَلْيُنفِقْ مِمَّا آتَاهُ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا مَا آتَاهَا سَيَجْعَلُ اللَّهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُسْرًا) ترجمہ: لازم ہے کہ وسعت والا اپنی وسعت میں سے خرچ کرے اور جس پر اس کا رزق تنگ کیا گیا ہو تو وہ اس میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے۔

اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا مگر اسی کی جو اس نے اسے دیا ہے، عنقریب اللہ تنگی کے بعد آسانی پیدا کر دے گا۔(الطلاق:۷)۔

دعا ہیکہ اللہ تعالی اس کوشش کو قبولیت کا شرف بخشے، واللہ من وراء القصد وھو الھادی الی سواء السبیل۔



نص رسالہ

إن الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له، وأشهد ألا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدا عبده ورسوله صلى الله وسلم عليه وعلى آله وصحبه أجمعين، أما بعد:

من جانب:

ابوعبداللہ فیصل بن عبدہ قائد الحاشدی

بخدمت فاضل دوست.......حفظہ اللہ

السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ

میرے بھائی! مجھے سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ میں اس رسالے کو کیسے شروع کروں، دل کے نہاں خانوں میں جو یادیں پنہاں ہیں، قلب وضمیر کے اندر جو احساس وشعور کا دریا موج مار رہا ہے جنہیں نہ تو شب وروز مٹا سکتے ہیں اور نہ ہی زمانہ انہیں دور کرسکتا ہے، بس میں یہی کہوں گا کہ جو ایام اور شب و روز آپ کے ساتھ رہ کر گزرے ہیں اور اخوان المسلمون تنظیم کے ساتھ ملکر جو پیاس میں نے بجھائی ہے اس میں سیرابی ضرور تھی مگر گندلا پنے اور کدورت کے ساتھ۔

میرے پیارے دوست اور میرے دل کے ساتھی، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے! آپ نے ہمیشہ مجھے یاد رکھا، کبھی بھی مجھے نہیں بھولے، میری محبت اور دوستی کو ہمیشہ یاد رکھا، وہ مجلسیں اور باتیں

ابھی بھی یاد ہیں جن سے ہم لطف اندوز اور محظوظ ہوتے تھے۔

میرے بھائی! آپ نے پوچھا ہے کہ میں نے اخوان المسلمون تنظیم کے ساتھ کام کرنا کیوں ترک کر دیا، وہ تنظیم جس سے میں بے پناہ محبت رکھتا تھا، جس تنظیم کے پیچھے میں نے اپنی جوانی اور پوری طاقت گنوادی؟!

میرے بھائی! آپ کے اسی سوال کی وجہ سے جواب دینے میں تاخیر ہوئی، میں حیران تھا کہ کیا لکھوں کیا نہ لکھوں، مگر میں نے اس کیلئے اللہ سے استخارہ کیا، تو اسکے جواب کیلئے مجھے شرح صدر حاصل ہوا، اور میں نے یہ سوچ لیا کہ پورے انصاف کے ساتھ اسکا جواب لکھ دوں، بطور خاص ایسی جماعت اور تنظیم کے بارے میں جس کا میرے اوپر احسان بھی رہا ہے، اور اسی وجہ سے آج بھی میں اس تنظیم سے محبت رکھتا ہوں اور ان ساتھیوں سے بھی جو آج تک اس سے جڑے ہوئے ہیں۔

میرے بھائی! میں نے کچھ وجوہات واسباب کی بنیاد پر اس تنظیم کو چھوڑا ہے، جن کی وجہ سے میرا یہ واجبی فریضہ بھی بنتا ہے کہ میں انہیں لکھوں تا کہ اس جماعت کا منہج اور طریقہ کار لوگوں کے سامنے واضح ہو سکے اور لوگ اس سے آگاہ رہیں، ان اسباب میں سے چند کا ذکر بطور مثال نقل کر رہا ہوں:

پہلا سبب:

انکے پاس کوئی ایسا عقدی قاعدہ اور اصول نہیں ہے جسے بنیاد بنا کر اسکی طرف دعوت دیں۔

دوسرا سبب:

توحید خالص اور عقیدہ صافیہ کی دعوت پر یہ ترکیز نہیں کرتے ہیں۔

تیسرا سبب:

وہ بنیادیں ان کے پاس نہیں ہیں جن پر صحیح دعوت قائم ہے جیسے کہ اہم دراہم سے دعوت کے آغاز کرنے کی بنیاد؛ بایں طور کہ ایک داعی سب سے پہلے اصلاح عقیدہ کی دعوت دے جیسا کہ تمام انبیاء ورسل کا طریقہ رہا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) ترجمہ: اور بلاشبہ یقینا ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔(النحل:۳۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے:(وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ) ترجمہ: اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس کی طرف یہ وحی کرتے تھے کہ حقیقت یہ ہے کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، سو میری عبادت کرو۔(الانبیاء: ۲۵)۔

یہ خلاصہ تھا جن پر دلیلیں بہت ہیں، انکے علاوہ مزید کچھ باتیں ذکر کر رہا ہوں جن کی وجہ سے میں اس تنظیم سے متنفر ہوا:

۱-صفات باری کا انکار:

اسماء وصفات کے باب میں اخوان المسلمون کو عقیدہ بڑا پیچیدہ ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ اسماء و صفات کے باب میں کسی ایک منہج پر قائم نہیں ہیں، چنانچہ شیخ حسن بنا کا عقیدہ ہیکہ اسماء وصفات کی ساری آیات و احادیث کا تعلق متشابہات میں سے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں: (اللہ کی معرفت، اس کی توحید وتنزیہ اسلام کے بلند عقائد میں سے ہے، اور صفات سے متعلق آیتیں اور صحیح حدیثیں وغیرہ سب کا تعلق متشابہات میں سے ہے جن پر ہم ایمان لاتے ہیں اسی طرح جیسا وارد ہوئے ہیں ان میں بغیر کسی تاویل اور تعطیل کے)۔

جواب:

شیخ حسن بنا نے اسماء وصفات کے باب میں جو کچھ بیان کیا ہے یہ اہل سنت والجماعہ کا عقیدہ نہیں ہے، اس کی دلیل شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا یہ قول ہے، آپ کہتے ہیں کہ جو یہ کہے کہ ان کا تعلق متشابہات میں سے ہے اور یہ کہ ان کا معنی سمجھ میں نہیں آنے والا، تو ہم کہیں گے کہ یہ عقیدہ باطل ہے، اسکی دلیل یہ ہیکہ ہم نہیں جانتے کہ سلف میں سے کسی ایسا کہا ہو، نہ ہی امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ایسی بات کہی ہے اور نہ ہی کسی دوسرے نے، چنانچہ یہ کسی نے نہیں کہا ہے کہ اسماء وصفات کی آیتیں اور حدیثیں متشابہات میں سے ہیں جن کا معنی سمجھ میں آنے والا نہیں ہے، گویا اللہ کے اسماء و صفات عجمی الفاظ ہو جائیں گے جن کا معنی غیر مفہوم ہوتا ہے، اور سلف نے یہ بھی نہیں کہا کہ اللہ نے ایسا کلام نازل کیا ہے جسکا معنی کوئی نہیں سمجھتا، بلکہ سلف نے یہ کہا ہے کہ ان کے معانی ہم سمجھتے ہیں، مگر ان الفاظ کو ہم اسی طرح مانیں گے جیسے وہ وارد ہوئے ہیں، انکی کیفیت کے پیچھے نہیں پڑیں گے۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ اسماء وصفات کے باب میں صحابہ وتابعین اور تمام سلف نے کلام کیا ہے، اور انکی تفسیر تشریح بھی کی ہے انہیں معنوں میں جن پر وہ دلالت کرتے ہیں اور ان دلالتوں پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیثیں بھی نقل کی ہیں، اگر ان اسماء وصفات کا معنی غیر مفہوم ہوتا یا انکا کوئی معنی ہی نہ ہوتا یا ان پر خاموشی کا حکم ہوتا تو پھر کبار صحابہ ان پر کلام نہ کرتے اور وہی سب سے زیادہ انکی تشریح اور مطلب بیان نہ کرتے۔

پھر یہ کہ صحابہ کرام نے یہ بھی بتلایا ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جس طرح قرآن کی تلاوت سیکھتے تھے اسی طرح اس کی تفسیر وتشریح بھی سیکھتے تھے، لیکن کسی بھی صحابی سے یہ نہیں مروی ہیکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی آیت یا کسی آیت کے ٹکڑے کا مفہوم بتانے سے انکار کیا ہو۔ (الاکلیل

فی المتشابہ والتاویل لشیخ الاسلام ابن تیمیہ،ص ۳۲)۔

۲-تفویض کا عقیدہ:

شیخ حسن بنا نے سلف اور خلف کے عقیدے میں تقارب پیدا کرنے اور عقیدہ کے مسئلے کو معمولی بتانے کے بعد کہتے ہیں کہ عقیدے کے باب میں کتنا بھی کلام کرلیا جائے آخر میں اس کا ایک ہی نتیجہ سامنے آتا ہے اور وہ تفویض ہے کہ انہیں اللہ کے حوالے کر دیا جائے۔(رسالۃ العقائد،ص ۷۴)۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ کہتے ہیں:(اور ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اسماء وصفات کے باب میں سلف کا سکوت اور تفویض معانی کی جو رائے ہے وہی زیادہ سالم اور لائق اتباع ہے،اسی سے تاویل اور تعطیل کی جڑ ختم ہوگی)۔(مجموعۃ رسائل البنا رسالۃ العقائد،ص ۴۹۸)۔

جواب:

میرے بھائی! شاید آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ شیخ حسن بنا کا اسماء وصفات کے باب میں یہ عقیدہ ہیکہ انکے معانی کو اللہ کے حوالے کرنا اور سکوت اختیار کرنا ہی بہتر ہے،اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسماء و صفات کے باب میں جتنی بھی آیات واحادیث ہیں صرف انکے الفاظ پر ایمان رکھیں ان کے معانی کو نہ سمجھیں، جبکہ یہ سلف پر بغیر ثبوت وعلم کے اتہام اور الزام ہے، چنانچہ جو لوگ تفویض معانی کا عقیدہ رکھتے ہیں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے انکے اس عقیدے کو باطل ٹھہرایا ہے اور اس کا بھرپور جواب دیا ہے،اور کہا ہے کہ اسماء وصفات کے باب میں یہ سب سے برا قول ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسول کے کلام کے مخالفین کے عقیدے کا خلاصہ یہ ہیکہ یہ یا تو تاویل تک پہونچتے ہیں یا پھر تفویض تک جا پہونچتے ہیں، پھر آگے کہتے ہیں کہ یہ معلوم ہیکہ اس عقیدے سے قرآن

اور انبیاء کرام پر قدح لازم آتا ہے، کیونکہ جب اللہ نے یہ واضح پیغام دے دیا کہ قرآن کو اس نے لوگوں کیلئے واضح طور پر ہدایت کا ذریعہ بنایا ہے، اور اپنے رسول کو حکم دیا کہ اس پیغام کو کھول کھول کر لوگوں تک پہونچا دیں، اور جو کچھ بھی قرآن میں نازل ہوا ہے اسکی وضاحت کر دیں، اور پھر اسکے بعد اللہ نے لوگوں کو حکم دیا ہے کہ قرآن میں غور وفکر کریں، اب ظاہر ہیکہ اللہ تعالی کے اسماء وصفات ہی سب سے اعلی واشرف کلمات ہیں جن میں ایک بندہ غور وفکر کرے گا، جن میں اسکی صفات اور خالق کائنات کہ عظمت بتائی گئی ہے، اور یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر اور ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

پھر آگے کہا کہ اس سے واضح ہوا کہ وہ اہل تفویض جن کا گمان ہیکہ وہ سنت اور سلف کے پیروکار ہیں انکا یہ عقیدہ اہل بدعت اور ملحدین کے سب سے برے عقائد میں سے ہے۔ (درء تعارض العقل والنقل: ۱/ ۲۰۱)۔

۳-انکار مہدی:

ایک جگہ شیخ حسن بنا کہتے ہیں کہ اچھی بات یہ ہیکہ سنت صحیحہ میں کہیں بھی مہدی کا دعوی ثابت نہیں ہے، وہ ساری حدیثیں جن میں مہدی کے دعوی کا ذکر آیا ہے وہ یا تو ضعیف ہیں یا موضوع اور من گھڑت۔ (حدیث الثلاثاء لحسن البنا ص ۱۰۸)۔

جواب:

مہدی اور خروج مہدی کے تعلق سے تقریبا پچاس حدیثیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ صحیح ہیں، کچھ حسن ہیں اور کچھ کا درجہ اس سے کم ہے۔

امام سفارینی رحمہ اللہ اپنے عقیدے کی کتاب میں کہتے ہیں کہ خروج مہدی پر ایمان لانا واجب

ہے جیسا کہ اہل علم کے یہاں ثابت ہے، اور اہل سنت والجماعہ کے عقائد میں مدون ہے۔

علامہ محمد ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ خروج مہدی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں وارد ہوئی ہیں اور یہ کہ وہ اہل بیت سے ہوں گے، وہ عیسی علیہ السلام کے ساتھ نکلیں گے، اور قتل دجال میں ان کا ساتھ دیں گے، اور اس وقت آپ ہی اس امت کی امامت کریں گے، جب کہ عیسی علیہ السلام آپ کے پیچھے نماز ادا کریں گے۔ (السلسلۃ الصحیحہ: ۵ / ۲۷۳)۔

۴-عقیدہ ولاء و براء کا واضح نہ ہونا:

میرے بھائی! یہ سچ ہیکہ بہت کم لوگ عقیدہ ولاء و براء سے واقف ہیں، اسی لئے میں چاہتا ہوں کہ اس پر خلاصہ پیش کردوں پھر اصل موضوع کی وضاحت کروں، تاکہ صورت مسئلہ پہلے واضح ہو جائے، اللہ آپ کی حفاظت فرمائے۔

میرے بھائی! - اللہ ہمیں اور آپ کو علم سے نوازے- عقیدہ ولاء و براء دین کے اصول میں شامل ہے، اور ہر مسلمان کا اس سے واقف ہونا واجب ہے تا کہ وہ لوگوں کے ساتھ صحیح برتاؤ کرسکے، کیونکہ یہ محال ہیکہ کسی کا عقیدہ درست ہو اور اسے یہ نہ معلوم ہو کہ شرعی اعتبار سے کس کے ساتھ سچی محبت کی جائے اور کس کے ساتھ دشمنی، ہمارے معمولات زندگی سے گرچہ یہ غائب ہے مگر اس سے اس عقیدے کی حقیقت بدل نہیں جائے گی۔

اہل سنت والجماعہ نے عقیدہ ولاء و براء کے اعتبار سے لوگوں کو تین قسموں میں بانٹا ہے:

پہلی قسم:

وہ لوگ جن سے مکمل طور پر ہر اعتبار سے محبت کی جاتی ہے:

یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور اسلام کے واجبات کو پورا کرتے ہیں نیز قول وعمل اور عقیدے میں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہوں۔

دوسری قسم:

وہ لوگ جن سے اعتبار سے محبت کی جاتی ہے اور ایک اعتبار سے بغض رکھا جاتا ہے:

یہ وہ مسلمان ہیں جو اچھے اور برے اعمال دونوں کا ارتکاب کرتے ہیں، چنانچہ ایسے لوگوں سے محبت کی جائے گی انکے اچھے اعمال کے اعتبار سے اور بغض رکھا جائے گا اسکے برے اعمال کے اعتبار سے۔

تیسری قسم:

یہ وہ لوگ ہیں جن سے مکمل طور پر بغض رکھا جاتا ہے:

یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ، اسکی کتابوں اس کے رسولوں اور آخرت کا انکار کیا ہے۔(الولاء والبراء فی الاسلام من مفاھیم عقیدۃ السلف للقحطانی،ص ۱۳۵)۔

چنانچہ اہل سنت والجماعہ ان لوگوں سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں گرچہ وہ قریبی رشتے دار ہی کیوں نہ ہوں، ارشاد باری تعالی ہے:(لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: تو ان لوگوں کو جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں، نہیں پائے گا کہ وہ ان لوگوں سے دوستی رکھتے

ہوں جنھوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے، یا ان کے بھائی، یا ان کا خاندان ۔ یہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس نے ایمان لکھ دیا ہے اور انھیں اپنی طرف سے ایک روح کے ساتھ قوت بخشی ہے اور انھیں ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے ۔ یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقیناً اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں ۔(المجادلہ: ۲۲) ۔

ایک حقیقی مومن کسی سے محبت کرتا ہے اللہ کی خاطر اور کسی سے دشمنی رکھتا ہے اللہ کی خاطر، کیونکہ یہ ایمان کا مضبوط کڑا ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي ذر يا أبا ذر أي عرى الإيمان أوثق؟ قال الله ورسوله أعلم. قال الموالاة في الله والحب في الله والبغض في الله. رواه البيهقي في شعب الإيمان۔

ترجمہ: سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم جانتے ہو ایمان کی کون سی شاخ زیادہ مضبوط ہے اور حضرت ابو ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں حضور نے فرمایا اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے آپس میں ایک دوسرے سے میل جول رکھنا اور اللہ کی خوشنودی کے لئے کسی سے دوستی رکھنا اور اللہ کی رضا و خوشنودی کے لئے کسی سے بغض و نفرت رکھنا۔

اور ایک دوسری روایت کے اندر وارد ہوا ہے:

عن عبدالله بن عباس رضي الله عنهما عن النبي صلى الله عليه وسلم

قال: أَوْثَقُ عُرى الإيمانِ المُوالاةُ فى اللهِ، والمُعاداةُ فى اللهِ، والحُبُّ فى اللهِ، والبغضُ فى اللهِ۔

ترجمہ: سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ کے لئے دوستی کرنا، اللہ کے لئے دشمنی کرنا، اللہ کے لئے محبت کرنا اور اللہ کے لئے بغض رکھنا ایمان کا دب سے مضبوط کڑا ہے" (السلسلہ الصحیحہ: ۹۹۸)۔

اس مختصر وضاحت کے بعد کہوں گا کہ اخوان المسلمون تنظیم کے یہاں اس باب میں کوئی واضح عقیدہ نہیں ہے، جسکی تفصیل درج ذیل ہے:

محمود عبدالحلیم جو کہ اس جماعت کے ایک مضبوط رکن سمجھے جاتے ہیں جنہوں نے اس عقیدے کو خود حسن بنا کی زبانی سنا ہے اسی کو نقل کرتے ہیں کہ ہم یہ تسلیم کرتے ہیں کہ یہودیوں کے ساتھ ہمارا کوئی عقدی اور دینی جھگڑا نہیں ہے، کیونکہ قرآن کے اندر ان سے دوستی اور محبت کرنے پر ابھارا گیا ہے، اسلام کوئی قومی شریعت نہیں ہے بلکہ یہ انسانی شریعت ہے، چنانچہ اسلام نے یہود کی تعریف کی ہے اور ہمارے اور انکے درمیان اتفاق اور اتحاد قائم کرنے کی دعوت دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ إِلَّا الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْهُمْ وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَأُنْزِلَ إِلَيْكُمْ وَإِلَٰهُنَا وَإِلَٰهُكُمْ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ) ترجمہ: اور اہل کتاب سے جھگڑا نہ کرو مگر اس طریقے سے جو سب سے اچھا ہو، مگر وہ لوگ جنھوں نے ان میں سے ظلم کیا اور کہو ہم ایمان لائے اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور تمہاری طرف نازل کیا گیا اور ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں۔ (العنکبوت: ۴۶)۔

اور قرآن کے اندر جہاں کہیں یہود کا تذکرہ ہوا وہاں اللہ نے اسے اقتصادی اور قانونی ناحیئے سے بیان کیا ہے!! (احداث صنعت التاریخ: ۱/ ۴۰۹)۔

جواب:

شیخ عبد العزیز بن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جو یہ کہتا ہو کہ یہودیوں کے ساتھ ہمارا کوئی عقدی اور دینی جھگڑا نہیں ہے بلکہ قرآن کے اندر ان سے دوستی اور محبت کرنے پر ابھارا گیا ہے؟

تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ بہت ہی خبیث کلام ہے، مسلمانوں کے سب سے بڑے دشمن یہود ہیں، اور یہ کفار میں سب سے زیادہ مسلمانوں سے دشمنی رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصَارَى ذَلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيسِينَ وَرُهْبَانًا وَأَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ) ترجمہ: یقینا تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، سب لوگوں سے زیادہ سخت عداوت رکھنے والے یہود کو اور ان لوگوں کو پائے گا جنھوں نے شریک بنائے ہیں اور یقینا تو ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائے ہیں، ان میں سے دوستی میں سب سے قریب ان کو پائے گا جنھوں نے کہا ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ بے شک ان میں علماء اور راہب ہیں اور اس لیے کہ بے شک وہ تکبر نہیں کرتے۔ (المائدہ: ۸۲)۔

چنانچہ مسلمانوں سے سب سے زیادہ دشمنی یہی یہود اور بت پرست رکھتے ہیں، اور ایسے لوگوں کے بارے میں اس طرح کی بات کہنا بہت ہی خطرناک اور قبیح ہے۔ (کتاب العواصم والاجوبۃ السلفیہ ص ۴۸، الردود الجلیہ للیافعی)۔

اسی طرح شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں جو یہ کہتا ہو کہ یہودیوں کے ساتھ ہمارا کوئی عقدی اور دینی جھگڑا نہیں ہے بلکہ قرآن کے اندر ان سے دوستی اور محبت کرنے پر ابھارا گیا ہے؟

تو آپ نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ خلط مبحث اور گمراہ کن کلام ہے، یہود کفار ہیں، اللہ نے انکی تکفیر کی ہے اور ان پر لعنت بھیجی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (لُعِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنۢ بَنِي إِسۡرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُودَ وَعِيسَى ابۡنِ مَرۡيَمَ ذَلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوا يَعۡتَدُونَ) ترجمہ: وہ لوگ جنھوں نے بنی اسرائیل میں سے کفر کیا، ان پر داؤد اور مسیح ابن مریم کی زبان پر لعنت کی گئی۔ یہ اس لیے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزرتے تھے۔ (المائدہ: ۷۸)۔

اسی طرح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنِ عُبَيۡدِ اللَّهِ بۡنِ عَبۡدِ اللَّهِ، أَنَّ عَائِشَةَ، وَعَبۡدَ اللَّهِ بۡنَ عَبَّاسٍ، قَالَا: لَمَّا نُزِلَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، طَفِقَ، يَطۡرَحُ خَمِيصَةً لَهُ عَلَى وَجۡهِهِ، فَإِذَا اغۡتَمَّ، كَشَفَهَا عَنۡ وَجۡهِهِ، فَقَالَ: وَهُوَ كَذَلِكَ، " لَعۡنَةُ اللَّهِ عَلَى الۡيَهُودِ، وَالنَّصَارَى، اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنۡبِيَائِهِمۡ مَسَاجِدَ، يُحَذِّرُ مِثۡلَ مَا صَنَعُوا ".

ترجمہ: عبیداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن سیدنا عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چادر اپنے منہ پر ڈالنا شروع کی جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھبراتے تو چادر کو منہ پر سے ہٹاتے اور فرماتے: ”یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا۔“ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم ڈراتے تھے کہ کہیں اپنے لوگ بھی ایسا نہ کریں۔ (صحیح مسلم: ۵۳۱)۔

چنانچہ یہودیوں کے ساتھ ہمارا جھگڑا دینی ہی ہے، ان سے نہ تو دوستی کرنا جائز ہے اور نہ ہی محنت کرنا کیونکہ قرآن نے ہمیں اس سے منع کیا ہے۔ (الاجوبة المفیدة، ص ۳۸)۔

مزید یہ کہ ۵/۹/۱۹۴۸ء کی تاریخ کو جس وقت اخوان المسلمون اسماعیلیہ شہر میں اپنی اس تنظیم کی پچیسویں برسی منارہے تھے اس موقع پر اجتماع سے شیخ حسن بنا نے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہماری جماعت اخوان المسلمون کسی عقیدے، کسی دین اور کسی گروہ کے خلاف نہیں ہے، بلکہ اس جماعت سے جڑے لوگوں پر یہ احساس غالب ہے کہ اس وقت تمام رسالتوں کے ماننے والوں کے بنیادی عقائد الحاد کے خطرے سے دوچار ہیں، چنانچہ تمام آسمانی ادیان کے مومنوں پر یہ واجب ہیکہ وہ سب ایک ساتھ ملکر انسانیت کو اس خطرے سے باہر کریں، اخوان المسلمون کبھی ان اجانب سے نفرت نہیں کرتے ہیں جو اسلامی ملکوں میں باہر سے آتے ہیں اور نہ ہی ان کے تئیں اپنے دلوں میں برا سمجھتے ہیں، حتی کہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان بھی سوائے اچھے تعلقات کے کوئی اختلاف نہیں ہے۔ (قافلة الاخوان للعباس السیسی: ۱/۲۱۱)۔

معلوم رہے کہ عباس سیسی بھی اخوان المسلمون تنظیم کے ایک اہم رکن مانے جاتے ہیں۔

میرے بھائی! غور کریں کہ شیخ حسن بنا کس طرح کہہ رہے ہیں کہ" اخوان المسلمون کسی سے نفرت نہیں کرتے حتی کہ یہودیوں سے بھی"، اب ایسی صورت میں اللہ کی خاطر وہ دشمنی کہاں ہے جو ایمان کا مضبوط کڑا مانا جاتا ہے کہ جس سے ایک مسلمان کا فل خالی نہیں ہوتا ہے؟ اور آخر اگر ہم یہود سے نفرت نہیں کریں گے تو پھر کس سے کریں گے؟!

اسی طرح یمن کے شیخ عبد المجید زندانی ادیان کے مابین مذاکرات کے نام سے منعقد ایک

کانفرنس میں تشریف لائے اور اس میں اپنے لیکچر کے اندر ادیان کے مابین مکالمے اور گفتگو کرنے کی دعوت دی اور آپسی کراہت اور دشمنی کو ختم کرنے کی اپیل کی۔(مجلہ الصحوۃ شمارہ نمبر ۴۳۶، ۱۶/ جمادی الاول ۱۴۱۵ھ)۔

اسی طرح اخوان المسلمون کی طرف سے ۳۰/ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ کے دن ایک بیان صادر ہوا جس میں یہ واضح طور پر کہا گیا کہ مصر اور دوسرے تمام ممالک کے عیسائیوں کے تعلق سے ہمارا موقف بہت ہی واضح اور معروف ہے، ان کیلئے وہی حقوق ہیں جو ہمارے لئے ہیں اور جو کچھ ان پر ہے وہی ہمارے اوپر بھی ہے، یہ ہمارے شریک وطن ہیں، اور قومی جدوجہد میں ہمارے بھائی ہیں، وطن کے اعتبار سے انہیں تمام حقوق حاصل ہیں خواہ وہ مادی ہوں یا معنوی، شہری حقوق ہوں یا سیاسی، اور جو ہمارے اس موقف کے خلاف ہے ہم اس سے ذہنی براءت کا اظہار کرتے ہیں۔(مجلہ المجتمع، شمارہ نمبر ۱۱۴۹)۔

میرے بھائی! ان تمام بیانات سے عقیدہ ولاء و براء کے تعلق سے اس جماعت کا موقف واضح ہوجاتا ہے، کہ انکے پاس عقیدے اور منہج کی کوئی غیرت نہیں ہے، بایں طور کہ یہ ہے اس شخص سے دوستی کرلیتے ہیں جو بھی انکی جماعت سے جڑ جائے، گرچہ وہ سلف کے عقیدہ کے بہت بڑا دشمن ہی کیوں نہ ہو، اس کی دلیل ایک اخوانی متحرک رکن جاسم بن مہلہل یاسمین کا یہ قول ہے کہ اخوان المسلمون کی دعوت یہ کبھی بھی برداشت نہیں کرے گی کی اسکی صف میں ایسا آدمی رہے اس جماعت کے نظام اور پلان کو ناپسند کرے، گرچہ وہ دین اسلام اور اسکے عقیدے کا بہت بڑا ماہر اور جانکار ہی کیوں نہ ہو، اور سب سے بڑا متقی اور پرہیزگار ہی کیوں نہ ہو۔(للدعاۃ فقط لجاسم المہلہل، ص ۱۳۲)۔

اس کتاب پر شیخ احمد عجمی نے رد لکھا ہے جو کافی ہے۔

۵- قبروں اور مزاروں پر سفر کر کے جانا:

اسکی دلیل شیخ حسن بنا کا یہ قول ہے، کہتے ہیں کہ جس وقت ہم دمنہور میں رہتے تھے اس وقت جمعہ کے دن اکثر ہم دمنہور کے قریب اولیاء کرام کی زیارت گاہوں کی طرف جانے کا پلان بناتے تھے، چنانچہ ہم کبھی شیخ دسوقی کی قبر کی زیارت کیلئے نکل جاتے تھے، وہاں ہم فجر کے بعد ہی پیدل نکل جاتے تھے، یہاں تک کہ صبح اٹھ بجے وہاں پہونچ جاتے، یہ مسافت تقریبا بیس کلو میٹر کا ہے مگر ہم اسے صرف تین گھنٹوں میں طے کر لیتے تھے، مزار کی زیارت کرتے، جمعہ کی نماز پڑھتے، دوپہر کھانے کے بعد کچھ دیر آرام کرتے پھر عصر کی نماز پڑھ کر واپس دمنہور چلے آتے اور مغرب کے بعد ہی پہونچ جاتے ۔(مذکرات الدعوہ والداعیہ للشیخ حسن بنا ص ۳۲)۔

اسی صفحے پر آگے کہتے ہیں کہ کبھی کبھی ہم وہیں سے عزبۃ النوام کی زیارت کیلئے جایا کرتے تھے، جہاں پر شیخ سید سنجر مدفن ہے، آپ طریقہ حصافیہ کے معروف شخصیات میں شمار ہوتے ہیں، صلاح وتقوی میں آپ معروف تھے، وہاں پر ہم پورے ایک دن گزار کر واپس آجاتے تھے۔

٦-تصوف کی مدح وستائش:

اس کی واضح دلیل شیخ حسن بنا کا یہ قول ہیکہ ہمارے یہاں اس مرحلے میں روحانی پہلو سے دعوتی نظام خالص صوفیانہ ہے۔(رسالۃ التعالیم ص ۱۲)۔

ممکن ہے کوئی اسکا جواب دے کہ یہاں تصوف سے مقصود طہارت نفس ہے۔جب کہ یہ مراد نہیں ہے، کیونکہ واقع حال اسکے بالکل برعکس ہے، اور اسکی دلیل شیخ حسن بنا کا یہ قول ہے، جس میں وہ کہتے ہیں کہ کسی مخلوق کے واسطے کے دعا مانگنا کیفیت دعا میں ایک فرعی مسئلہ ہے، اسکا تعلق مسائل عقیدہ

سے نہیں ہے۔ (شرح الاصول العشرین، ص ۱۵۴)۔

حالانکہ شیخ حسن بنا کا یہ مسلک درست نہیں ہے، اسلئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دعاء ہی عبادت ہے۔ جیسا کہ صحیح حدیث کے اندر وارد ہوا ہے۔ اور عبادت میں ضروری ہیکہ وہ اللہ کیلئے خالص ہو، ورنہ وہ قبولیت کا شرف نہیں پائے گا، اس طرح دعاء عقیدے کے جوہری اور بنیادی امور میں شامل ہے۔

اور میرے بھائی! جب آپ کو یہ پتہ چلے گا کہ شیخ حسن بنا خود صوفی طریقے حصافیہ سے منسلک تھے تو اس وقت آپ کا تعجب ختم ہو جائے گا! اور یہ ایک حقیقت ہے، اس پر ہم کچھ دلائل پیش کر رہے ہیں:

شیخ حسن بنا کہتے ہیں کہ دمنہور میں حصافیہ اخوان کے ساتھ ہی میں رہتا تھا، اور انہیں کے ساتھ مسجد توبہ کے اندر ہر رات حضرہ میں پابندی کے ساتھ حاضر ہوتا تھا۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ ایک بار خود شیخ عبدالوہاب حصافی تشریف لائے جو لوگوں کو سلسلہ حصافیہ کی اجازت دیتے ہیں، میں نے خود آپ سے شاذلی حصافیہ کا سلسلہ لیا تھا، اور مجھے آپ نے اسکے اوراد و وظائف کی اجازت دی تھی۔ (مذکرات الدعوہ والداعیہ، ص ۳۳، حضرہ دراصل صوفیوں کا ایک جمگھٹا ہے جس میں وہ مخصوص ذکر و اوراد اور صوفی گیتوں کا سماع کرتے ہیں)۔

جابر رزق نے کہا کہ حسن بنا کا تعلق حصافی احباب سے دمنہور ہی میں مضبوط ہوا ہے، اور وہیں پر مسجد توبہ کے اندر ہر رات حضرہ میں حصافی صوفیوں کے ساتھ حاضر ہوتے تھے، اور وہیں پر اس سلسلے کو اخذ کرنے کی رغبت ہوئی تھی، چنانچہ آپ ایک محب کے مرتبے سے "تابع مبایع" کے مرتبے تک پہونچ گئے۔ (حسن البنا باقلام تلامذتہ ومعاصریہ، ص ۸)۔

حسن بنا کہتے ہیں کہ اسی دوران مجھے لگا کہ محمودیہ کے اندر ہم بھی "الجمعیۃ الحصافیۃ الخیریۃ" کے

نام سے ایک اصلاحی جمعیت قائم کریں، چنانچہ اسے قائم کیا گیا اور مجھے اس کا سیکریٹری بنا دیا گیا، بعد اسی کا نام بدل کر جمعیۃ الاخوان المسلمون کر دیا گیا۔ (مذکرات حسن البنا، ص ۲۸)۔

مزید آپ نے کہا کہ دمنہور میں اور مدرسۃ المعلمین میں گزرے ایام تصوف اور عبادت میں استغراق کے اوقات تھے، اس وقت ہم عبادت اور تصوف میں غرق رہا کرتے تھے۔ پھر آگے کہتے ہیں کہ دمنہور کے اندر میں حصافی فکر لیکر آیا تھا، جہاں پر شیخ سید حسین حصافی کا مرقد ہے جو طریقہ حصافیہ کے شیخ ہیں۔ (مذکرات الدعوہ والداعیہ، ص ۳۲)۔

جابر رزق نے حسن بنا کے بھائی عبدالرحمن بنا کا یہ قول نقل کیا ہے کہ عشاء کی نماز کے بعد میرے بھائی حسن بنا حصافی صوفیوں کی جماعت کے ساتھ بیٹھتے تھے، جہاں اپنے دل کو نور الہی سے منور کرتے تھے، ہم بھی انہیں کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے، اس وقت مسجد میں ان اہل ذکر کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا، مسجد میں روشنی بہت مدھم ہوتی تھی، رات پرسکون اور پوری کائنات پر آسمانی نور چھایا ہوتا تھا، ربانی جلال سب کو گھیرے ہوتا تھا، لوگوں کے جسم اپنا وجود کھو بیٹھتے تھے، روحیں ادھر ادھر چکر لگانے لگتی تھیں اور ہر چیز وجود میں کھو جاتی تھی اور گیت کا سماع پر کیف فضا میں جاری رہتا:

الله قل، وذر الوجود، وما حوى

إن كنت مرتادا بلوغ كمال

فالكل دون الله إن حققته

عدم على التفصيل والإجمال

ترجمہ: اگر تم کمال کے مقام تک پہونچا چاہتے ہو تو پورے وجود بسیط کو چھوڑ کر صرف اللہ کا ورد کرو۔

کیونکہ اللہ کو چھوڑ کر ساری چیزیں تفصیل واجمال کے ساتھ معدوم ہیں ۔(حسن البنا باقلام تلامذتہ ومعاصریہ،ص ۷۰)۔

اس شعر میں وحدت الوجود اگر مراد نہیں ہے تو پھر میں نہیں جانتا کہ اس سے کیا مراد ہے ۔

یقینا بالکل واضح ہیکہ اس سے یہی مراد ہیکہ ہر چیز اللہ ہے،یعنی وحدت الوجود کا عقیدہ ۔اللہ ان کے بکواس سے بلند و بالاتر ہے ۔

شیخ حسن بنا مزید کہتے ہیں کہ ہمیں یاد ہیکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے موقع پر حضرہ کے بعد ربیع الاول کی رات کو جماعت بنا کر نکلتے تھے اور یہ پروگرام بارہ ربیع الاول تک ہوتا تھا، ہم جلوس بنا کر نکلتے اور خوشی ومسرت میں ہم گیت گاتے تھے ۔(مذکرات الدعوہ والداعیہ،ص ۵۸)۔

عبدالرحمن بنا مزید کہتے ہیں کہ حسن بنا جلوس کے اندر آگے آگے مدح نبی میں قصیدہ خوانی کرتے اور ہم پیچھے پیچھے اسی کو دہراتے رہتے تھے، یہ جلوس ربیع الاول مہینے کے ابتدائی بارہ دنوں تک نکلتا تھا، انہیں مسہور قصیدوں میں یہ اشعار بھی تھے:

صلى الإله على النور الذي ظهرا

للعالمين ففاق الشمس والقمرا

هذا الحبيب مع الأحباب قد حضرا

وسامح الكل فيما قد مضى وجرى

لقد أدار على العشاق خمرته صرفاً

يكاد سناها يذهب البصرا

يا سعد كرر لنا ذكر الحبيب لقد

بلبلت أســــما عنا يا مطرب الفقرا

و مالركب الحمى مالت معاطفه

لا شك أن حبيب القوم قد حضرا

ترجمہ: اس نور پر اللہ کی طرف سے درود وسلام نازل ہو جو تمام دنیا کیلئے ظاہر ہوا ہے اس طور پر کہ آفتاب و ماہتاب سب پر فائق ہے۔

یہ اللہ کے حبیب اپنے احباب کے ساتھ حاضر ہیں، اور سارے لوگوں کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں۔

آپ نے اپنے عاشقوں پر شراب کا ایسا خالص جام گھما دیا جسکی چمک نے نگاہوں کو خیرہ کر دیا۔

اے سعد! ذکر حبیب بار بار کرو، اے گیت گنگنانے والے ہمارے کانوں میں تم نے رس گھول دیا۔

اس قافلے کو کیا ہو گیا ہے کہ اسکے کندھے مائل ہو رہے ہیں، بلا شبہ ہمارے حبیب حاضر ہو چکے ہیں۔(حسن البنا باقلام تلامذتہ ومعاصریہ، ص ۷۱)۔

میرے بھائی! آپ ان اشعار کو دیکھیں جن میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

-سوال یہ ہیکہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں؟!

-کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار ہیکہ انکے گناہوں خو معاف کر دیں؟!

-انہوں نے محفل میلاد کو شرابیوں کی محفل کی طرح پیش کیا ہے، کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی نہیں ہے؟!

-آخری شعر میں تاکید سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکی محفلوں میں حاضر ہوتے ہیں !(دعوۃ الاخوان المسلمون فی میزان الاسلام،ص ٦٦)۔

ممکن ہے کوئی یہ تاویل کرے کہ یہ چیزیں حسن بنا کے ابتدائی ایام کی ہیں،لیکن یہ محال ہے کیوں کہ حسن بنا کے تلامذہ اور ساتھیوں میں سے جتنے بھی لوگوں نے اسے نقل کیا ہے کسی نے اس جانب اشارہ نہیں کیا ہے، بلکہ اسکے برخلاف ہے، چنانچہ انہیں کے بھائی عبد الرحمن بنا انکی وفات کے بعد بھی یہی کیا کرتے تھے۔

سعید حوی کہتے ہیں کہ اخوان المسلمون تحریک کی بنیاد ایک صوفی نے رکھی ہے، جو تصوف کی حقیقت پر قائم رہی اسکی سلبیات کو چھوڑ کر۔(الجولۃ الثامنۃ،ص ١٥۴)۔

ابوالحسن علی ندوی کہتے ہیں کہ حسن بنا کو روحانی تربیت کا بڑا حصہ نصیب ہوا ہے چنانچہ آپ شروع میں حصافی شاذلی طریقے پر قائم تھے، آپ آدم کے اذکار و اوراد کا وظیفہ کرتے تھے، اور مجھے انکے کبار ساتھیوں اور شاگردوں نے بتایا کہ آپ اسی طریقے کے اوراد و وظائف پر آخری عمر تک قائم تھے۔(التفسیر السیاسی الاسلامی،ص ١٣٨)۔

سعید حوی کہتے ہیں کہ صوفیوں کے یہاں ایک اصطلاح مرشد کامل کی ہے، اور حسن بنا حقیقت میں ایک مرشد کامل تھے، جیسا کہ کبار صوفیاء اس بات کی گواہی دیتے تھے، بلکہ آپ مجدد بھی تھے، دیگر احباب آپ کے حقیقی جانشین ہیں۔(تربیتنا الروحیۃ،ص ٢١)۔

آگے مزید کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسلمان حقیقی تصوف کی پہچان حاصل کرلے جو کہ استاذ حسن بنا کی دعوت کی پہچان ہے۔(مصدر سابق،ص ١٨)۔

شیخ حسن بنا کا عقیدہ اور آپ کے پیروکاروں پر اسکی چھاپ!

حسن بنا کے اس عقیدے منہج اور سلوک کا اثر آپ کے پیروکاروں پر موثر طریقے سے پڑا ہے بالخصوص اس جماعت کے مفکرین اور رہنماؤں پر جیسے کہ سید قطب، مصطفی سباعی، سعید حوی، عمر تلمسانی اور یوسف قرضاوی وغیرہ۔ جسکی تفصیل درج ذیل ہے:

ا- سید قطب:

اسماء وصفات کے باب میں بالخصوص استوائے عرش میں سید قطب کا عقیدہ حسن بنا ہی کی طرح ہے۔

الف: سید قطب استواء عرش کی تاویل کرتے ہیں:

ارشاد باری تعالی ہے: (هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ اسْتَوَى إِلَى السَّمَاءِ فَسَوَّاهُنَّ سَبْعَ سَمَاوَاتٍ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ) ترجمہ: وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے سب تمھارے لیے پیدا کیا، پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا، پس انھیں درست کر کے سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (البقرہ: ۲۹)

سید قطب اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہاں پر استواء کے معنی متعین کرتے وقت یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے کہ یہ دراصل غلبہ وتسلط اور ارادہ خلق وتکوین کی طرف ایک اشارہ ہے۔ (فی ظلال القرآن: ۱/ ۶۲)۔

جب کہ یہ معتزلہ کی تفسیر ہے جسے زمخشری نے کشاف کے اندر اسی مذکورہ آیت کی تفسیر کرتے ہوئے ثابت کیا ہے۔

اور یہ تفسیر باطل ہے، جس پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے یہ خبر دی ہیکہ آسمان و

زمین کی پیدائش سے قبل عرش پانی پر تھا، اور یہ صحیح کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا، قَالَ: دَخَلْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَعَقَلْتُ نَاقَتِي بِالْبَابِ فَأَتَاهُ نَاسٌ مِنْ بَنِي تَمِيمٍ، فَقَالَ: " اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا بَنِي تَمِيمٍ، قَالُوا: قَدْ بَشَّرْتَنَا فَأَعْطِنَا مَرَّتَيْنِ، ثُمَّ دَخَلَ عَلَيْهِ نَاسٌ مِنْ أَهْلِ الْيَمَنِ، فَقَالَ: اقْبَلُوا الْبُشْرَى يَا أَهْلَ الْيَمَنِ إِذْ لَمْ يَقْبَلْهَا بَنُو تَمِيمٍ، قَالُوا: قَدْ قَبِلْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالُوا: جِئْنَاكَ نَسْأَلُكَ عَنْ هَذَا الْأَمْرِ، قَالَ: كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ غَيْرُهُ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ وَكَتَبَ فِي الذِّكْرِ كُلَّ شَيْءٍ وَخَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فَنَادَى مُنَادٍ ذَهَبَتْ نَاقَتُكَ يَا ابْنَ الْحُصَيْنِ فَانْطَلَقْتُ فَإِذَا هِيَ يَقْطَعُ دُونَهَا السَّرَابُ فَوَاللَّهِ لَوَدِدْتُ أَنِّي كُنْتُ تَرَكْتُهَا".

ترجمہ: سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنے اونٹ کو میں نے دروازے ہی پر باندھ دیا۔ اس کے بعد بنی تمیم کے کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا " اے بنو تمیم! خوشخبری قبول کرو۔" انہوں نے دو بار کہا کہ جب آپ نے ہمیں خوشخبری دی ہے تو اب مال بھی دیجئیے۔ پھر یمن کے چند لوگ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی یہی فرمایا کہ خوشخبری قبول کرلو اے یمن والو! بنو تمیم والوں نے تو نہیں قبول کی۔ وہ بولے: یارسول اللہ! خوشخبری ہم نے قبول کی۔ پھر وہ کہنے لگے ہم اس لیے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ سے اس (عالم کی پیدائش) کا حال پوچھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اللہ تعالیٰ ازل سے موجود تھا اور اس کے سوا کوئی چیز موجود نہ تھی اور اس کا عرش پانی پر تھا۔ لوح محفوظ میں اس نے ہر چیز کو لکھ لیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آسمان و

زمین کو پیدا کیا۔" (ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ) ایک پکارنے والے نے آواز دی کہ ابن الحصین! تمہاری اونٹنی بھاگ گئی۔ میں اس کے پیچھے دوڑا۔ دیکھا تو وہ سراب کی آڑ میں ہے (میرے اور اس کے بیچ میں سراب حائل ہے یعنی وہ ریتی جو دھوپ میں پانی کی طرح چمکتی ہے) اللہ تعالیٰ کی قسم، میرا دل بہت پچھتایا کہ کاش، میں نے اسے چھوڑ دیا ہوتا (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنی ہوتی)۔ (صحیح بخاری: ۳۱۹۱)۔

اب عرش اگر آسمان و زمین کی تخلیق سے قبل بھی موجود تھا تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ اس کے معنی میں تاویل کی جائے اور قصدو ارادہ یا غلبہ لیا جائے؟!

اسی طرح سید قطب نے سورہ طہ کے اندر آیت نمبر ۵ (الرحمن علی العرش استوی) کے تحت عرش کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ یہاں پر استواء علی العرش سے غلبہ اور تسلط کی طرف کنایہ ہے۔

جبکہ یہ تفسیر جہمیہ اور معتزلہ کا ہے، اور صحیح تفسیر سلف نے کی ہے جس کا مفہوم علو اور بلندی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب التفسیر کے اندر استوائے عرش کی تفسیر میں سلف کے اقوال کو نقل کیا ہے، چنانچہ

ابو العالیہ نے بیان کیا کہ (استوى إلى السماء) کا مفہوم یہ ہے کہ وہ آسمان کی طرف بلند ہوا۔ مجاہد نے کہا کہ (استوى) بلند ہونے کے معنی میں ہے۔

اسحاق بن راہویہ کہتے ہیں کہ میں نے بہت سارے مفسرین سے اسکی تفسیر بلند ہونے کے معنی میں کرتے ہوئے پایا ہے۔

میرے بھائی! یہ جان لیں کہ اگر استوی کی تفسیر غلبہ کے معنی میں کرلیں تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ مخلوق میں اللہ کا شریک بھی پایا جاتا ہے، کیونکہ غلبہ کسی مقابلے میں جیتنے کے بعد ہی حاصل ہوتی

ہے، اور ظاہر ہے مقابلہ کسی نہ کسی طرح سے ایک مد مقابل اور ہمسر ہی سے کی کیا جاتا ہے۔ (الجماعات الاسلامیۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ، سلیم الھلالی، ص ۲۲۴)۔

سوال یہ ہیکہ آخر کون ہے جو اللہ سے مقابلہ کیلئے میدان میں آئے؟! اس لئے ایسی باطل تفسیر کو چھوڑ کر سلف کی تفسیر کی طرف آنا ضروری ہے، نفطویہ سے مروی ہیکہ داود بن علی کہتے ہیں کہ ہم ابن الاعرابی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے آ کر کہا: اے ابوعبداللہ! استوائے عرش سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ اپنے عرش پر اسی طرح ہے جس طرح اس نے خبر دیا ہے، اس شخص نے کہا کہ اس کا معنیٰ تو غلبہ کے ہے، تو آپ نے کہا کہ خاموش ہو جاؤ، کسی چیز پر غلبہ پاس اسی وقت ہو سکتا ہے جب کوئی سامنے مد مقابل ہو اور ان میں سے ایک دوسرے پر غالب آجائے۔ (شرح اعتقاد اھل السنہ والجماعہ للالکائی: ۳ / ۳۹۳، اسنادہ صحیح)۔

ب- سید قطب خلق قرآن کے قائل تھے:

ممکن ہے آپ اس عنوان کو دیکھ کر پریشان ہو جائیں، لیکن کسی پریشانی کی ضرورت نہیں ہے، اس پر بھی ہمارے پاس دلائل ہیں:

حروف مقطعات پر کلام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اس کتاب کی طرح کوئی کتاب تالیف نہیں کر سکتے، کیونکہ یہ اللہ کی صنعت اور کاریگری ہے، انسان کی کاریگری نہیں ہے۔ (فی ظلال القرآن: ۵ / ۲۷۱۹)۔

اسی طرح ایک دوسری جگہ کہتے ہیں کہ جس طرح روح اللہ کے اسرار میں سے ہے جسے اللہ نے اپنے ساتھ خاص کر رکھا ہے، اسی طرح قرآن بھی اللہ کی کاریگری ہے جس میں کوئی مخلوق شریک نہیں

ہے۔(فی ظلال القرآن: ۴/ ۲۲۴۹)۔

میں کہتا ہوں کہ اللہ سید قطب کو معاف فرمائے کہ آخر آپ کی نظر سے اس فتنے کی خبریں کیسے اوجھل ہوگئیں کہ جب مامون، معتصم اور واثق کے ایام میں اہل سنت جس سے دو چار کئے گئے تھے، اور اس وقت جو کچھ جہمیہ اور معتزلہ کے ہاتھوں امام احمد کو فتنوں اور آزمائشوں مین مبتلا کیا گیا؟!

قرآن کے بارے میں سلف امت کا اجماع ہیکہ قرآن اللہ کا کلام ہے، مخلوق نہیں ہے، اور اللہ کا کلام اسکی صفات میں سے ایک صفت ہے، اور اگر کوئی اسے مخلوق کہتا تو سلف اس پر سختی سے نکیر کرتے تھے، امام بخاری کہتے ہیں کہ ابن عیینہ، معاذ، حجاج بن محمد، یزید بن ہارون، ہاشم بن قاسم، ربیع بن نافع حلبی، محمد بن یوسف، عاصم بن علی، یحی بن یحی اور دیگر اہل علم نے کہا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ قرآن مخلوق ہے تو وہ کافر ہے۔(خلق افعال العباد للامام البخاری، ص ۲۵)۔

ج – سید قطب عقیدہ کے باب میں احادیث آحاد کو حجت نہیں مانتے ہیں:

چنانچہ سید قطب کہتے ہیں کہ کچھ روایتیں وارد ہوئی ہیں جن میں کچھ صحیح ہیں مگر وہ متواتر نہیں ہیں، اور عقیدہ کے باب میں احادیث آحاد سے حجت نہیں پکڑ سکتے، اس میں مرجع ومصدر قرآن ہے، اور اصول اعتقاد میں حدیث کے اندر تواتر کی شرط ہے۔(فی ظلال القرآن: ۶/ ۴۰۰۸)۔

اس کا جواب یہی ہے کہ یہ شرط جہمیہ اور معتزلہ نے لگائی ہے، تاکہ اسکے ذریعے اپنے باطل عقیدے کی تائید لے سکیں، جبکہ ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے، سید قطب نے بھی انہیں کا ساتھ دیا ہے اور سلف امت کی مخالفت کی ہے، جن کے یہاں اگر خبر واحد بھی صحیح سند سے ثابت ہو اور امت نے اسے قبول کیا ہو تو وہ علم یقین کا فائدہ دے گا اور اس سے عقیدہ سمیت تمام ابواب میں حجت پکڑ

سکتے ہیں ۔(مجموع الفتاوی:۱۸/ ۴۰)۔

۲-مصطفی سباعی ۔جوکہ سیریا میں اخوان المسلمون کے مرشدعام رہ چکے ہیں :

مصطفی سباعی نے مدح نبوی میں" مناجاۃ بین یدی الحبیب الاعظم" کے عنوان سے ایک قصیدہ بنایا جسے موسم حج میں روضہ کے سامنے کھڑے ہوکر پڑھا تھا،اسی قصیدے میں یہ اشعار بھی تھے :

يا سائق الظعن نحو البيت والحرم

ونحو طيبة تبغي سيد الأمم

إن كان سعيك للمختار نافلة

فسعي مثلي فرض عند ذي الهمم

يا سيدي يا رسول الله جئت إلى

أعتاب بابك أشكو البرح من سقمي

يا سيدي قد تمادى السقم في جسدي

من شدة السقم لم أغفل ولم أنم

ترجمہ:اے قافلے کے رہنما جو بیت اللہ اور حرم کی طرف نیز طیبہ میں سید الامم کی طرف جارہا ہے۔

اگرتمہارا جانا مختار کل کیلئے نفل ہےتو میرا جانا ہمت والوں کے نزدیک فرض ہے۔

اے میرے آقا،اے اللہ کے رسول! میں آپ کے در پر آیا ہوں اپنی بیماریوں کی شکایت لیکر۔

اے میرے آقا! میرے جسم میں بیماری پھیل چکی ہے، شدت مرض سے میں نہ تو میں غافل ہوں اور نہ ہی سو سکتا ہوں۔

اس کا جواب درج ذیل دو وجوہات سے دیا جا سکتا ہے:

پہلی وجہ:

انہوں نے قبر رسول کی طرف جانے کو فرض کہا ہے، جس پر کوئی دلیل نہیں ہے، کیونکہ رخت سفر صرف مسجد نبوی کیلئے باندھ سکتے ہیں نہ کہ قبر رسول کیلئے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَمَسْجِدِي هَذَا، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کجاوے صرف تین ہی مسجدوں کے لیے کسے جائیں: مسجد الحرام، میری اس مسجد (یعنی مسجد نبوی) اور مسجد اقصی کے لیے“۔ (سنن ابی داود: ۲۰۳۳)۔

دوسری وجہ:

انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استغاثہ کیا ہے اور شکوہ کرتے ہوئے آپ کو پکارا ہے جبکہ اللہ اپنے نبی سے کہتا ہے: (وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ[105] وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذًا مِنَ الظَّالِمِينَ[106] وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ) ترجمہ: اور یہ کہ اپنا رخ یکسو ہو کر (اس) دین کی طرف کر لینا، اور کبھی مشرکوں میں سے نہ

ہونا[105]اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں ظالموں میں سے ہو جاؤ گے[106]اور اگر تم کو اللہ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے وال نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔(یونس:۱۰۷)۔

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ دعاء ہی عبادت ہے۔

چنانچہ نماز کی طرح دعاء بھی ایک عبادت ہے، جو غیر اللہ کیلئے کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے، خواہ وہ کوئی نبی رسول ہو یا کوئی دوسرا، یہ شرک اکبر ہے جس سے بندے کا سارا عمل برباد ہو جاتا ہے اور اگر بلا توبہ مر جائے تو وہ مخلد فی النار ہوتا ہے۔

۳-سعید حوی:

سعید حوی بھی ایک اخوانی سرگرم رکن اور مفکر مانے جاتے ہیں، بلاد شام اور سیریا کے اندر اخوانی فکر کے عام کرنے میں ان کا بڑا کردار رہا ہے، انکی بہت ساری کتابیں اخوانی جماعت میں معروف ہیں بالخصوص" المدخل الی دعوۃ الاخوان المسلمین" اور" المستخلص فی تزکیۃ الانفس" جسے یمن کے اندر جامعہ الایمان میں پڑھایا بھی جاتا ہے۔

یہ جناب بھی عقیدہ کے باب میں پہلوں سے کچھ مختلف نہیں ہیں، اسکے لئے کچھ ثبوت درج ذیل ہیں:

سعید حوی ایک جگہ کہتے ہیں: پچھلے زمانوں میں عقیدے کے باب میں مسلمانوں کے ائمہ

رہے ہیں، اور اعتقاد میں انکے بھی ائمہ ہیں جیسے کہ ابو الحسن اشعری اور ابو منصور ماتریدی۔ (جولۃ فی الفقھین، ص ۲۲)۔

اور مزید کہا: امت نے عقائد کے باب میں دو لوگوں کو سونپ دیا ہے: ایک ابو الحسن اشعری اور دوسرے ابو منصور ماتریدی۔ (جولۃ فی الفقھین، ص ۲۲)۔

اس کا جواب یہ ہیکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ کا عقیدہ اہل سنت والجماعہ اور سلف امت کے عقیدے کے خلاف ہے، کیونکہ اشاعرہ اور ماتریدیہ اسماء وصفات کے باب میں نصوص کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر دیتے ہیں، چنانچہ انکے یہاں عقیدے کے باب میں معتمد کتاب" جوھرۃ التوحید" کے اندر مولف نے کہا:

وكل نص أوهم التشبيها

أوله أو فوض ورم تنزيها

ترجمہ: اور ہر وہ نص جس سے تشبیہ کا وہم پیدا ہو اسکی یا تو تاویل کر دو یا اسکا معنی تفویض کر دو اور مقصد تنزیہ کا ہو۔

اسی طرح" اتحاف المرید بشرح جوھرۃ التوحید" ص ۱۳۱ پر مولف نے "أوله" کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ یہ تاویل واجب ہے بایں طور کہ اسے نص کے ظاہری معنی ہے خلاف محمول کیا جائے۔ انتہی۔

اور اسی کتاب کے ص ۵۵ پر کہا کہ اللہ تعالی نہ تو عالم کے اندر ہے نہ باہر ہے، نہ دائیں ہے نہ بائیں، نہ اوپر ہے نہ نیچے، نہ سامنے ہے نہ پیچھے، اور نہ عالم سے متصل ہے نہ منفصل۔ انتہی۔

اشاعرہ نے اس طرح اپنے رب کو گم کر دیا انہیں کچھ پتہ نہیں کہ وہ کہاں ہے، سوال یہ ہیکہ کیا

امت نے انہیں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے حوالے سی بی عقیدے کو کیا ہے جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ انکا رب کہاں ہے؟!

اور کیا وہ امت جس نے فروعی مسائل تک کو کتاب وسنت کے سوا کسی کے حوالے نہیں کیا، تو کیا اصول عقائد کے اہم مسائل کو امت کے صرف دو انسانوں کے حوالے کردے گی؟!

سعید حوی نے مزید کہا کہ علم عقائد کے دقیق اصول وضوابط کی خاطر علم منطق کا وجود ہوا، جسے یونانی منطق سے ترقی دیکر وجود میں لایا گیا۔ (مصدر سابق، ص ۴۸)۔

مزید کہا کہ عقل یعنی علم منطق ہی عقائد کے باب میں غلطی سے محفوظ رکھتا ہے۔ (مصدر سابق، ص ۱۱۸)۔

اس کا جواب یہ ہیکہ ائمہ سلف نے علم منطق اور علم کلام سے منع کیا ہے، اور اس سے امت کو آگاہ کیا ہے، بلکہ اسکی مذمت پر ائمہ سلف کا اتفاق ہے۔

چنانچہ قاضی ابو یوسف نے کہا کہ جس نے دین کو علم کلام کے ذریعے حاصل کیا وہ زندیق ہوگیا۔ (شرح الطحاویہ، ص ۷۸)۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ اہل کلام کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہیکہ انہیں کھجور کی ٹہنیوں اور جوتوں سے مارا جائے اور پھر شہروں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور کہا جائے کہ یہی سزا ہے ہر اس شخص کا جو کتاب وسنت کو ترک کر کے علم کلام کو سیکھنے بیٹھ جائے۔ (مصدر سابق، ص ۷۲)۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بدعتی ہیں، یہ اختلاف صرف کتاب اللہ سے کرتے ہیں اور اسکی مخالفت کیلئے بیٹھے رہتے ہیں، یہ متشابہ نصوص کے پیچھے پڑتے ہیں اور جاہل عوام کو اپنی تلبیس کاری کے ذریعے دھوکہ دیتے ہیں۔ (موافقۃ صحیح المنقول لصریح المعقول لابن تیمیہ: ۱/ ۲۳)۔

میرے بھائی! یہ جان لیں کہ علم کلام اور علم منطق ہی نے عقیدے کو بگاڑا ہے، دلوں کو فاسد کیا ہے، عقلوں کو ہدایت پانے سے دور رکھا ہے، یہ سب حقائق ہیں جن کا اعتراف علم کلام کے بڑے بڑے ماہرین نے کیا ہے، اور اس کی سب سے بڑی دلیل ابن دقیق العید کا یہ قول ہے، چنانچہ آپ کہتے ہیں:

ولجت في الأفكار ثم تراجع

اختياري إلى استحسان دين العجائز

ترجمہ: افکار ونظریات میں غوطہ زنی کرنے کے بعد اسی دین فطرت کی طرف دوبارہ واپس آگیا۔

اسی طرح فخرالدین رازی جو علم کلام کے ماہر مانے جاتے ہیں، مگر وہ بھی اس گمراہی پر قائم نہیں رہے، اپنی زندگی کے آخری مرحلے میں اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں علم کلام کے طریقوں اور فلسفیانہ مناہج پر غور کیا، لیکن سب سے قریب تر طریقہ قرآن کا پایا، اور جو بھی میرا تجربہ دہرائے گا اسے میری معرفت کا اندازہ ہو جائے گا۔ (شرح حدیث النزول لابن تیمیہ، ۱۷۶)۔

* کیا سعید حوی صوفی تھے؟

میرے بھائی! میں یہاں پر خود انہیں کی کتابیں سے حوالے دوں گا جس سے میرا دعوی سچ ثابت ہوگا۔

چنانچہ سعید حوی کہتے ہیں کہ میں نے تصوف کے باب میں اپنے زمانے کے سب سے بڑے صوفی عالم کی شاگردی اختیار کی ہے، اور بعض صوفی مشائخ نے مجھے تربیت اور اخلاق نیز مریدی

سلوک کے باب میں اجازت نامہ بھی دیا ہے۔(تربیتنا الروحیۃ،ص ۱۶)۔

اور آگے کہا کہ اللہ کے فضل سے صوفی طریقے کے مطابق مجھے عام اوراد و وظائف کے ساتھ" اسم مفرد" کی بھی تلقین حاصل ہوئی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اسم مفرد کے ساتھ ذکر کرنا جیسے کہ (اللہ، اللہ) یا (ھوھو) بدعت ہے، اس طرح کا ذکر کرنا سنت میں کہیں بھی ثابت نہیں ہے، چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کہا کہ مکمل جملے کے ساتھ ہی اللہ کا ذکر کیا جائے گا، جس کا معنیٰ مفہوم ہو، اسی سے دلوں کو فائدہ ملے گا اور اجر وثواب حاصل ہوگا، اسی سے اللہ کی محبت اور خشیت حاصل ہوگی، لیکن اسم مفرد پر اکتفا کرنے کی کوئی اصل نہیں ہے، چہ جائیکہ یہ خاص لوگوں کا ذکر ہو، بلکہ صحیح یہ ہیکہ یہ بدعت اور گمراہی ہے، اور یہ ملحدین اور وحدت الوجودیوں کے فاسد عقائد کا وسیلہ ہے۔(العبودیۃ لابن تیمیہ،ص ۵۸)۔

سعید حوی نے مزید کہا کہ صحیح روایتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے دعاء مانگنے کی سوچ وفات نبوی کے بعد صحابہ کرام کے اندر پائی جاتی تھی۔(تربیتنا الروحیۃ،ص ۱۰۱)۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت جسکے بارے میں گمان کیا ہے کہ یہ صحیح ہے، دراصل سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جنہوں نے خلافت عثمانی میں ایک انسان کو یہ سکھایا تھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے اللہ کی طرف متوجہ ہوا کرو، اور یہ واقعہ وفات نبوی کے بعد کا ہے، اس واقعے کو نقل کرنے کے بعد کہا کہ طبرانی کے بقول یہ حدیث صحیح ہے، اور یہ حدیث حجت ہے اس بات پر کہ رسولوں کی وفات کے بعد بھی انکا وسیلہ پکڑنا جائز ہے۔(تربیتنا الروحیۃ،ص ۳۰۹)۔

اس کا جواب یہ ہیکہ یہ واقعہ ضعیف ہے، بلکہ منکر ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے مذکورہ کلام کے بعد

کہا کہ یہ قصہ ضعیف بلکہ منکر ہے تین وجوہات سے:

پہلی وجہ: یہ منفرد ضعیف ہے۔

دوسری وجہ: یہ مختلف فیہ ہے۔

تیسری وجہ: ثقل راویوں کی مخالفت ہے۔

ان میں صرف ایک ہی وجہ اس قصہ کے عدم ثبوت کیلئے کافی ہے، پھر اگر یہ سارے وجوہات ایک ساتھ جمع ہوں تو پھر کیا حال ہوگا؟ (التوسل للالبانی، ص ۸۸)۔

۴-عمر تلمسانی:

تلمسانی اخوان المسلمون کے تیسرے مرشد ہیں، یہ بھی اپنے سے پہلوں سے کچھ بھی مختلف نہیں ہیں، انکے یہاں بھی عقیدے کے باب میں گمراہیاں اور شاذ اجتہادات پائے جاتے ہیں، اسکے دلائل اور ثبوت درج ذیل ہیں:

عمر تلمسانی کہتے ہیں کہ بعض نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صرف انہیں کیلئے استغفار کرتے تھے جو آپ کے پاس آپ کی زندگی میں آتے تھے، لیکن آیت کے اندر میں نے یہ قید کہیں نہیں دیکھی، اور آیت صرف آپ کی زندگی ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ (شهيد المحراب لعمر التلمسانی، ص ۲۲۵)۔

مزید کہا کہ اسی لیے میں بھی یہی عقیدہ رکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زندگی اور موت ہر دو حال میں استغفار کرتے ہیں اس شخص کیلئے جو آپ کی جناب میں حاضر ہوتا ہے۔ (مصدر سابق، ص ۲۲۶)۔

مزید کہا کہ آخر ہمیں کیا پڑی ہے کہ ہم اولیاء کرام، انکے زائرین اور انکی قبروں کے پاس دعاء مانگنے والوں پر نکیر کریں! (مصدر سابق، ص ۲۳۱)۔

میرے بھائی! اب آخر شرک قبور میں سے کون کا ایسا شرک باقی رہا جسے مراد عام نے اپنی اس عبارت کے ذریعے جائز نہیں کر دیا؟!

اس طرح اس اخوانیوں نے ایسے علماء کو اس تنظیم کی قیادت سے دور رکھا جو علم میں معروف رہے ہیں، اور اگر کوئی پایا بھی گیا تو وہ دو حال سے خالی نہ رہا، یا تو اسے دنیا میں اس طرح غرق کر دیا کہ وہ ان کی غلطیوں پر ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گیا، بلکہ الٹا ان غلطیوں پر عذر تلاش کرنے لگا، یا اس نے اعتراض کیا تو اسے تنظیم سے نکال دیا گیا، اسلئے میں چیلنج کرتا ہوں کہ اخوانی صف سے کوئی ایک بھی ایسا عالم دکھا دو جو اس تنظیم کی غلطیوں کو جرات مندی سے سامنے لا سکے اور انکی اچھائیوں کے ساتھ انکی غلطیوں کو بھی ذکر کر سکے؟

تلمسانی نے مزید کہا کہ میں نے فرنگی رقص عماد الدین ہال میں سیکھا ہے، ایک رقص سیکھنے کی قیمت تین روپیئے ہے، چنانچہ میں نے وہاں پر ڈان سیٹ، فوکس تروت، چارسٹن اور ٹینگو سیکھا، اسی طرح میوزک بھی سیکھا۔ (ذکریات لا مذکرات للتلسمانی، ص ۸)۔

ممکن ہے آپ یہ سمجھتے ہوں کہ یہ سب شروع ایام میں رہا ہوگا پھر ان سب سے توبہ کر لیا ہوگا، لیکن اسکا جواب خود تلمسانی ہی آپ کو دیں گے، چنانچہ تلمسانی کہتے ہیں کہ میری پرسنل زندگی میں کچھ چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنہیں بعض اخوان اور دوسرے لوگ پسند نہیں کرتے ہیں، جیسے کہ فرنگی رقص، میوزک، ان معاشرتی سختیوں سے دور رہ کر جن کا حکم کسی دین نے نہیں دیا ہے، بطور خاص ہمارا دین اسلام کہ جس کے بارے میں کہا گیا کہ یہ بہت ہی آسان اور انسانیت نواز دین ہے، اسکے ساتھ

جوسختی کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ مغلوب ہوجاتا ہے۔(مصدر سابق،ص ۳)۔

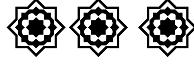
اسی طرح ایک اسپتال میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ ایک گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ میرے اور میرے ساتھی درمیان گلوکارہ ام کلثوم کے بارے میں گفتگو نکل پڑی،وہ مجھ سے بڑا مانوس تھا،اسے پتہ چلا کہ مدح نبوی میں ان کلثوم کا ایک گانا مجھے بہت پسند ہے،اور اسے سننا پسند کرتا ہوں، چنانچہ جیل کے جس اسپتال میں میں سویا ہوا تھا اسی اسپتال میں وہ رہتا تھا،میں نیند میں غرق تھا اور یہ خواب دیکھ رہا تھا کہ میں ام کلثوم کی زبانی اسی مدحیہ قصیدے کو سن رہا ہوں،سو جب میری نیند کھلی تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے بغل میں تکیہ کے پاس ایک ریڈیو ٹرانسٹسر رکھا ہوا ہے جس میں ام کلثوم وہی قصیدہ پڑھ رہی ہے۔(مصدر سابق،ص ۱۴۴)۔

تلمسانی نے"سینما کے اندر میں نے نماز پڑھی" کے عنوان سے مزید کہتے ہیں کہ میں جس وقت وکالت کے پیشے سے جڑا ہوا تھا،اس وقت جمعہ کے روز فلمیں دیکھنے جایا کرتا تھا،دوپہر کو انٹرول کے وقت کو غنیمت سمجھ کر میں اسی سینما ہال میں ایک کنارے ظہر اور عصر دونوں پڑھ لیتا تھا۔(مصدر سابق، ص ۱۲)۔

آخر میں تلمسانی نے خود اپنے بارے میں کہا کہ لوگ مجھ سے خواہشات نفس کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو سن لیں کہ میں خود خواہشات نفس ہوں،خواہشات نفس کا بندہ ہوں،اسکا باپ،بیٹا اور بھائی ہوں۔(مصدر سابق،ص ۲۶۳)۔

میں کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں امام لالکائی نے شرح السنہ کے اندر ابن عباس رضی اللہ عنہما کی یہ روایت نقل کی ہے کہ آپ سے ایک شخص نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہماری خواہشات نفس کو آپ کی خواہشات نفس کے مطابق بنایا ہے،تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ کل

خواہشات نفس گمراہی ہے۔



۵-یوسف قرضاوی:

یوسف قرضاوی بھی اخوان المسلمون تنظیم کے ایک اہم رکن اور ستون مانے جاتے ہیں، انہوں نے عقیدہ کو اشعری اعتقاد کے مطابق سیکھا ہے، جیسا کہ انہوں نے اپنے بارے میں خود بتلایا ہے۔ (رسالۃ الازھر للقرضاوی ص ۱۰۵)۔

چنانچہ اس عقیدے نے قرضاوی پر اپنا اثر خوب چھوڑا ہے، آپ دیکھیں گے کہ اسی لئے قرضاوی نے اہل سنت والجماعہ کے عقیدے کے مطابق آخرت میں رویت باری تعالی کا انکار کیا ہے۔ (المرجعیۃ العلیا فی الاسلام للقرضاوی ص ۳۴۸)۔ جبکہ بدعتی اشاعرہ کے طریقے پر اسے ثابت کیا ہے، جبکہ اللہ کا فرمان ہے: (وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ[22] إِلَى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ) ترجمہ: اس دن کئی چہرے تر وتازہ ہوں گے۔ [22] اپنے رب کی طرف دیکھنے والے۔ (القیامہ: ۲۳)۔

اسی طرح عقلانی مکتب فکر سے بھی کافی متاثر تھے اور اس کا اثر بھی چھوڑا، اسی بنیاد پر بعض صحیح حدیثوں تک کا انکار کر دیا، کیونکہ انکے نزدیک ظاہر قرآن یا عقل انسانی کے وہ خلاف ہیں، جبکہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے: (وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ) ترجمہ: اور رسول تمھیں جو کچھ دے تو وہ لے لو اور جس سے تمھیں روک دے تو رک جاؤ اور اللہ سے ڈرو، یقینا اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔ (الحشر: ۷)۔ (کیف نتعامل مع السنہ للقرضاوی، ص ۹۷)۔ اسی طرح قرضاوی نے صحیح مسلم کی ایک روایت پر توقف اختیار کیا ہے جس میں یہ الفاظ وارد ہوئے ہیں: (إن أبي وأباك في النار).

(الف)-ولاء و براء اور قرضاوی:

کفار کے ساتھ تعامل کو لیکر ولاء و براء کے عقیدے کو قرضاوی نے ختم ہی کر دیا ہے، اس پر کچھ

شواہد درج ذیل ہیں:

قرضاوی نے کہا کہ جب ہم عیسائیوں کو بھائی کہتے ہیں تو کچھ لوگ مجھ پر نکیر کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ہم کیسے انہیں بھائی کہہ سکتے ہیں جبکہ (انما المومنون اخوۃ) کے اندر صرف مومنوں کو بھائی کہا گیا ہے؟! تو میں کہتا ہوں کہ ٹھیک ہے جس طرح ہم مومن ہیں وہ بھی کسی اعتبار سے مومن ہیں۔ (برنامج الشریعہ والحیاۃ، بتاریخ: ۱۲/۱۰/۹۷ء)۔

اس پر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی غیر مسلم کو بھائی کہتا ہے تو اسکا کیا حکم ہے تو آپ نے کہا کہ یہ حرام ہے، جائز نہیں ہے، یا تو نسبی اخوت ہے یا پھر دینی اخوت ہے، اور کافر ہے ساتھ کوئی دینی اخوت نہیں ہے۔ (فتاوی نور علی الدرب: ۱/۳۹۷)۔

(ب)- قرضاوی نے یورپ سے اسلام کو تسلیم کرنے کی دعوت دی:

قرضاوی نے کہا کہ ہم سب سے پہلے یورپ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام اوف مسلمانوں کے حق وجود کو تسلیم کرے کہ وہ بھی اپنے اسلام کے ساتھ زندگی گزاریں۔ (غیر المسلمین فی المجتمع الاسلامی للقرضاوی، ص ۷۲)۔

جبکہ یہ قرضاوی کی طرف سے واضح غلطی ہے، جس دین کی حفاظت کی ذمیداری اللہ نے لے رکھی ہے اسی پر ہم بھی راضی ہیں، اور فخر کرتے ہیں، یہ بالکل جائز نہیں کہ ہم خود کو اور اپنے دین کو کفار کے سامنے ذلیل بن کر پیش کریں کیونکہ وہ کبھی بھی اس سے راضی نہیں ہو سکتے یہاں تک انکے دین کو قبول نہ کریں جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَنْ تَرْضَىٰ عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَىٰ حَتَّىٰ تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ أَهْوَاءَهُمْ بَعْدَ الَّذِي

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ) ترجمہ: اور تجھ سے یہودی ہرگز راضی نہ ہوں گے اور نہ نصاریٰ، یہاں تک کہ تو ان کی ملت کی پیروی کرے۔ کہہ دے بے شک اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے۔ اور اگر تو نے ان کی خواہشات کی پیروی کی، اس علم کے بعد جو تیرے پاس آیا ہے، تو تیرے لیے اللہ سے (چھڑانے میں) نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ کوئی مددگار۔ (البقرہ: ۱۲۰)۔

(ج)- قرضاوی اسرائیل کو مبارکبادی پیش کرتے ہوئے:

قرضاوی نے تمباکو نوشی کے عنوان پر اپنے ایک خطبے میں کہا کہ میں اسرائیلی انتخابات کے تعلق سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں، عرب چاہتے تھے کہ شمعون پیریز جیت جائے، جب کہ وہ ہار چکا ہے، اور اسی پر ہم اسرائیل کا شکریہ ادا کرتے ہیں، ہم تمنا کرتے ہیں کہ ہمارے ممالک بھی اسرائیل کی طرح ہو جائیں، کیونکہ اصل حکومت تو قوم ہی کی ہوتی ہے وہی جسے چاہے کرسی اقتدار پر رکھے اور جسے چاہے گرا دے، ہمارے یہاں ۹۹٪ یا اس سے بھی زیادہ ووٹ ملکی سربراہ حاصل کر لیتا ہے، آخر یہ کیا ہے؟! یہ جھوٹ، دھوکہ اور فریب ہے، اگر اللہ بھی آ کر امیدوار بنے تو وہ بھی اتنا ووٹ حاصل نہیں کر سکے گا، ہم اسرائیل کو اسکے اس طرح کے عمل پر مبارکبادی پیش کرتے ہیں۔ (مجلة الوطن الكويتية، شمارہ نمبر ۷۰۷۲)۔

اس پر شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ اگر کوئی کہے کہ اگر اللہ بھی آ کر امیدوار بنے تو وہ بھی اتنا ووٹ حاصل نہیں کر سکے گا تو اسکا کیا حکم ہے؟

اس پر شیخ نے جواب دیا کہ ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ایسے کلام سے، اس پر توبہ واجب ہے،

بصورت دیگر وہ مرتد ہو جائے گا؛ اسلئے کہ اس نے مخلوق کو خالق سے اونچا بنا دیا، اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو ٹھیک ورنہ حکام پر واجب ہیکہ اسکی گردن مار دیں۔

(د)-قرضاوی نے کہا کہ یہود سے ہماری لڑائی عقیدے کی خاطر نہیں ہے!

قرضاوی نے کہا کہ یہود سے ہماری لڑائی اس وجہ سے نہیں ہے کہ وہ یہود ہیں اور نہ ہی ہم ایسا سمجھتے ہیں، ہم یہود سے عقیدہ کی بنیاد پر نہیں لڑ رہے ہیں، ہم ان سے زمین کی خاطر لڑ رہے ہیں، اسی طرح کفار دے ہم اس لئے جہاد نہیں کرتے کہ وہ کفار ہیں، بلکہ اسلئے کہ انہوں نے ہماری زمین پر قبضہ کر لیا ہے اور ناحق اسے چھین لیا ہے۔ (مجلہ الرایۃ، شمارہ نمبر ۴۶۹۶ بتاریخ: ۲۴/ شعبان ۱۴۱۵ھ)۔

گویا قرضاوی کے نزدیک یہودیوں سے قتال کرنا محض زمین کے ٹکڑے کی خاطر ہے، جبکہ اللہ تعالی ہے فرمایا ہے:(قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ) ترجمہ: لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخر پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنھیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ حقیر ہوں۔(التوبہ:۲۹)۔

(ھ)-فتوی دینے میں قرضاوی کا منہج:

اس تعلق سے قرضاوی نے خود کہا ہے کہ ہمیں اس وقت ضرورت ہیکہ لوگوں کے لئے معاملات کو آسان اور کشادہ بنائیں اور اس منہج کو میں نے اپنے لئے اختیار کرلیا ہے۔(الفتاوی بین الانضباط والتسیب للقرضاوی،ص ۱۱۳)۔

ذیل میں ہم قرضاوی کی کشادگی کی کچھ ایسی مثالیں پیش کریں گے جس سے پتہ چلے گا کہ قرضاوی کے فتاوے کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور نہ ہی انکے فتاوے پر عمل کیا جائے گا، بطور مثال چند فتاوے درج ذیل ہیں:

۱-جمہوریت کا دفاع:

قرضاوی نے کہا کہ میں بھی جمہوریت کے دلدادوں میں سے ایک ہوں، جس کے اندر بہتر زندگی گزارنے کیلئے ساتھ منضبط اور آسان وسائل پائے جاتے ہیں۔(فتاوی معاصرہ:۲/ ۶۵۰)۔

اور قرضاوی نے مزید کہا کہ جمہوریت کا جوہر اور اصل تو یہی ہیکہ لوگ خود اپنے حاکم کو منتخب کرتے ہیں جو ان پر سیاست کرتا ہے، ان پر کوئی ایسا شخص خود سے مسلط نہیں ہوتا جس سے وہ پسند نہ کرتے ہوں۔ (مصدر سابق:۲/ ۶۳۷)۔

مزید کہا کہ فی الواقع اگر کوئی جمہوریت کے اندر غور وفکر کرے تو اسے یقین ہو جائے گا کہ یہی تو اسلام کا مقصود ہے۔(مصدر سابق:۲/ ۶۳۷)۔

جبکہ قرضاوی کی یہ سوچ اور فکر اسلام سے کوسوں دور ہے، کیونکہ جمہوریت کے اندر دین کو مکمل طور پر مرفوض سمجھا جاتا ہے اور یہی اس کا جوہر ہے، بلکہ جمہوریت لادینیت کا دوسرا چہرہ ہے۔(جھادنا الثقافی، ص ۵۴)۔

اور جب شیخ قرضاوی جمہوریت پر یقین رکھتے ہیں تو بدرجہ اولی گروہ بندی کو بھی جائز سمجھتے ہوں

گے۔

۲-قرضاوی اور پارٹی سازی:

قرضاوی نے کہا کہ میں سالوں سے اپنے عام لیکچروں اور خاص ملاقاتوں میں یہ بات کہتا آرہا ہوں کہ اسلامی ملک میں بھی ایک سے زائد سیاسی پارٹی بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ کیوں کہ ممانعت کیلئے شرعی نص کی ضرورت ہے، اور اسکے خلاف کوئی نص نہیں ہے۔ (فتاوی معاصرہ: ۲/ ۶۵۲)۔

میں کہتا ہوں کہ جس پارٹی سازی کی وکالت قرضاوی کر رہے ہیں یہ امت کی تفریق میں اہم کردار نبھاتا ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے: (وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ) ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو اور آپس میں مت جھگڑو، ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمھاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (الانفال: ۴۶)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام: ۱۵۹)۔

۳-قرضاوی اختلاط کی دعوت دیتے ہوئے:

قرضاوی نے کہا کہ ہماری نئی ڈکشنری کے اندر کچھ کلمات ایسے داخل ہو چکے ہیں جن کے نئے مفاہیم اور دلالتیں ہیں، جیسے کہ اختلاط جس کا مفہوم مرد وزن کا مخلوط ہونا ہے۔(ملامح المجتمع المسلم للقرضاوی،ص ۳٦۸)۔

پھر آگے کہتے ہیں کہ خلاصہ یہ ہیکہ مرد اور عورت کے درمیان ملاقات کا ہونا حرام نہیں ہے، بلکہ یہ جائز اور مطلوب بھی ہے، اگر اس ملاقات سے کوئی بہتر مقصد ہو، جیسے کہ کوئی نیک عمل، بھلائی کا کوئی کام یا جہاد لازم وغیرہ۔(مصدر سابق،ص ۳۷۵)۔

مزید آگے کہا کہ میں یہاں پر صراحت کے ساتھ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ اسلامی کاز کے اندر بہت سے متشدد افکار داخل ہو چکے ہیں اور یہی مرد وعورت کے بیچ فیصل ہوتے ہیں، اور اس مسئلے میں انہیں افکار کی وجہ سے سختی اپنائی جاتی ہے۔(اولویات الحرکات الاسلامیہ للقرضاوی،ص ۳۹۱)۔

۴-قرضاوی اور مسلم خاتون کا ڈرامہ میں شمولیت:

قرضاوی نے کہا کہ ڈرامہ سازی میں مسلم عورت کی شمولیت ضروری ہے۔(پھر اسکے بعد اس کیلئے کچھ ایسے شروط ذکر کئے ہیں جنہیں پڑھ کر عام لوگ ہنس پڑیں گے چہ جائیکہ اہل علم اسے پڑھیں۔ چنانچہ قرضاوی کہتے ہیں: ڈرامہ سازی میں عورت کی شمولیت کیلئے چند شرائط ہیں جن میں اہم یہ ہیں:

الف-اسکا شامل ہونا ضروری ہو۔

ب-وہ اسلامی لباس میں ظاہر ہو، زیب وزینت کے ساتھ ظاہر نہ ہو۔

ج-ڈرامہ ساز یہ کوشش کرے کہ عورت کے مفاتن یعنی فتنے والے اعضاء کا اظہار نہ ہونے

پائے اور تصویر کشی میں ان جگہوں پر ترکیز نہ کی جائے۔

د-اسٹیج پر اچھی بات کرے، فحش کلامی سے دور رہے۔

۵-قرضاوی اور گانا سننے کا جواز:

قرضاوی نے کہا کہ وہ لہو ولعب جن سے انسانی نفوس کو راحت حاصل ہوتی ہے، دلوں کو سکون ملتا ہے اور کانوں کو اطمینان میسر ہوتا ہے ان میں ایک گانا بھی ہے، جسے اسلام نے جائز کیا ہے اگر اس میں فحش کلامی نہ ہو یا گناہوں پر ابھارا نہ گیا ہو، اور اگر ساتھ میں میوزک بھی ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ جذبات کو بھڑکانے والی نہ ہو۔ (الحلال والحرام فی الاسلام، ص ۳۹۱)۔

اس کا جواب یہ ہیکہ اس مسئلے میں صحیح یہی ہیکہ گانا حرام ہے، ایک طالب حق کیلئے اس پر ایک ہی دلیل کافی ہے، جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ غَنْمٍ الْأَشْعَرِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنِي أَبُو عَامِرٍ أَوْ أَبُو مَالِكٍ الْأَشْعَرِيُّ، وَاللَّهِ مَا كَذَبَنِي سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، يَقُولُ:" لَيَكُونَنَّ مِنْ أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحِلُّونَ الْحِرَ، وَالْحَرِيرَ، وَالْخَمْرَ، وَالْمَعَازِفَ وَلَيَنْزِلَنَّ أَقْوَامٌ إِلَى جَنْبِ عَلَمٍ يَرُوحُ بِسَارِحَةٍ لَهُمْ يَأْتِيهِمْ يَعْنِي الْفَقِيرَ لِحَاجَةٍ، فَيَقُولُونَ ارْجِعْ إِلَيْنَا غَدًا، فَيُبَيِّتُهُمُ اللَّهُ وَيَضَعُ الْعَلَمَ وَيَمْسَخُ آخَرِينَ قِرَدَةً، وَخَنَازِيرَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ".

ترجمہ: عبدالرحمٰن بن غنم اشعری نے بیان کیا کہا کہ مجھ سے ابوعامر رضی اللہ عنہ یا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا: اللہ کی قسم! انہوں نے جھوٹ نہیں بیان کیا کہ انہوں نے نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم سے سنا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایسے برے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو زنا کاری، ریشم کا پہننا، شراب پینا اور گانے بجانے کو حلال بنالیں گے اور کچھ متکبر قسم کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر (اپنے بنگلوں میں رہائش کرنے کے لیے) چلے جائیں گے۔ چرواہے ان کے مویشی صبح و شام لائیں گے اور لے جائیں گے۔ ان کے پاس ایک فقیر آدمی اپنی ضرورت لے کر جائے گا تو وہ ٹالنے کے لیے اس سے کہیں گے کہ کل آنا لیکن اللہ تعالیٰ رات کو ان کو (ان کی سرکشی کی وجہ سے) ہلاک کر دے گا پہاڑ کو (ان پر) گرا دے گا اور ان میں سے بہت سوں کو قیامت تک کے لیے بندر اور سور کی صورتوں میں مسخ کر دے گا۔ (صحیح بخاری: ۵۵۹۰)۔



(۴)-اخوانیوں کا شیخ حسن بنا کی شخصیت میں غلو کرنا:

حسن بنا کے قتل کے بارے میں بیان کرتے ہوئے عمر تلمسانی نے کہا کہ وہ دل جو عرش سے لٹکا رہتا تھا اس دنیا سے رخصت ہو کر پاک مقام میں ہر طرح کی قدرت رکھنے والے بادشاہ کی بارگاہ میں جا پہونچا ہے۔(حسن البنا باقلام تلامذتہ ومعاصریہ،ص ۴۴)۔

سید قطب نے کہا کہ زمانے میں کبھی کبھار ہی غیر معمولی چیزوں کا اتفاق ہوتا ہے جیسے کہ حسن بنا کی شخصیت کے ساتھ ہوا۔(مصدر سابق،ص ۵۰)۔

احمد انس الحجاج نے کہا کہ جب تم حسن بنا کو یاد کرو تو ایسے آدمی کو ذہن میں یاد کرو جو ہر چیز میں معجزہ تھا یہاں تک کہ انہوں اپنے مخالفین کو تھکا کر عاجز کر دیا اور سب کو پچھاڑ دیا،اور خود تن تنہا تاریخ میں ہمیشہ کیلئے زندہ رہ گئے اور تمام معجزات کی چوٹی پر فائز ہو گئے!(مصدر سابق،ص ۱۱۸)۔

اور اخوانیوں کے صدر اول میں شمار ہونے والے کامل شافعی کہتے ہیں کہ میں حسن بنا کے ہاتھوں کو چومتا تو اس وقت ایسا محسوس ہوتا جیسے میں اللہ کی عبادت کر رہا ہوں!(مصدر سابق،ص ۱۵۶)۔

صالح عشماوی نے کہا:

قَد کُنتُ أوثِرُ أَن تَقولَ رِثائی

یا مُنصِفَ المَوتی مِنَ الأَحیاءِ

ترجمہ:میں چاہتا تھا کہ میرے مرثیہ کہنے والے کہیں:اے وہ ذات جو زندوں سے مردوں کے ساتھ انصاف کرنے والی ہے۔اسکے بعد کہا:حسن بنا پر اللہ رحم فرمائے،آپ زمانے کا ایک اتفاق تھے،زمانہ کم ہی ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے،وہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ

ہیں روزی دیئے جارہے ہیں۔(مصدر سابق، ص ۶۰)۔

اس میں کئی غلطیاں ہیں:

۱-(اے وہ ذات جو زندوں سے مردوں کے ساتھ انصاف کرنے والی ہے)۔ یہ صفت اللہ کی خصوصیت ہے۔

۲-(آپ زمانے کا ایک اتفاق تھے) یہ کہنا غلط ہے، کیونکہ کوئی چیز بغیر سوچے اور بغیر مقدر کے اتفاق سے نہیں ہوتی ہے، یہ ملحدین کا نظریہ ہے جو کہتے ہیں کہ اس کائنات کا موجد فطرت ہے۔

۳-(زمانہ کم ہی ایسے لوگوں کو پیدا کرتا ہے) یہ بھی غلط ہے، کیونکہ اس میں تخلیق کی نسبت اللہ کی طرف نہ کرکے زمانہ کی طرف کی گئی ہے۔

۴-(وہ فوت نہیں ہوئے ہیں بلکہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی دیئے جارہے ہیں)۔ یہ بھی غلط ہے، صحیح یہ ہیکہ مسلمانوں کے مرنے کے بعد انکے بارے میں خیر اور جنت کی امید کی جائے۔ ہاں یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ امید ہیکہ آپ شہد ہوں گے۔

سعید حوی نے کہا کہ کیا کوئی ہے جس نے حسن بنا جیسی شخصیت کو دیکھا ہو؟ اور کیا نسل نو نے حسن ہضیبی جیسی سخت شخصیت کو دیکھا ہے؟ (المدخل الی دعوۃ الاخوان المسلمین لسعید حوی، ص ۳۰)۔

مزید کہا کہ اسلام اور مسلمانوں کی خدمت کیلئے کوئی بھی کام استاذ حسن بنا کی فکر کے بغیر ادھورا ہوگا۔ (فی آفاق التعلیم لسعید حوی، ص ۵)۔

حسن بنا کے بارے میں مصطفی سباعی نے کہا کہ آپ آسمان سے بھیجے گئے ایک نور تھے، تاکہ اہل خلود سے انکی تاریکیوں کو چھانٹ دے، پھر اسی آسمان کی طرف ہمیشہ کیلئے چلا جائے، اور جو زمین کی مٹی سے اسی طرح ملتا ہے جیسے سورج کی شعاعیں محلوں کے اوپر نیچے پڑتی ہیں۔ (حسن البنا باقلام

تلامذتہ ومعاصریہ، ص ۱۰۴)۔

پچھلی صدی کی پچاس کی دہائی میں ایک سرگرم اخوانی رکن عمر بہاء الدین نے تو حسن بنا کو بعض الہی صفات سے متصف کر دیا ہے، کہتے ہیں:

زاخر الأعماق بالإيمان في دعوته

منكر الذات حكيم السير فى وجهته

طب الأرواح فلا تخفى عليه خافية

ترجمہ: اپنی دعوت میں ایمان کی گہرائیوں سے مشغول رہتے تھے۔

گمنام رہنے والے اپنے مقصد میں حکمت کے ساتھ چلنے والے تھے۔

روحوں کے معالج تھے جن پر کوئی چیز مخفی نہیں تھی۔ (حسن البنا باقلام تلامذتہ ومعاصریہ، ص ۹۴)۔



اخوانی جماعت کے بارے میں اہل علم کے فتاوے:

۱-شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتوی:

آپ نے کہا کہ اخوانی تحریک پر خواص اہل علم نے نقد کیا ہے کیونکہ انکے یہاں توحید کی دعوت اور انکار شرک و بدعات میں کوئی سرگرمی نہیں ہے، انکے یہاں وہ صحیح عقیدہ نہیں ہے جو اہل سنت والجماعہ کے یہاں پایا جاتا ہے۔

اس لئے ضروری ہے کہ یہ توحید کی طرف دعوت دیں، سلفی دعوت اور اسکے منہج کو اپنائیں، قبر پرستی اور دیگر شرکیہ امور و بدعات پر نکیر کریں۔(الاجوبۃ المفیدۃ، ص ۷۲)۔

اسی طرح آپ سے حدیث افتراق کی روشنی میں تبلیغی جماعت اور اخوانی تنظیم کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ اہل سنت والجماعہ کی مخالفت جو بھی کرے گا وہ بہتر گمراہ فرقوں میں شامل ہوگا، اوران گمراہ دوزخی فرقوں میں کچھ تو کافر ہیں اور کچھ عاصی اور کچھ بدعتی ہیں۔

پھر سائل نے پوچھا کہ کیا یہ دونوں جماعتیں بہتر فرقوں میں شامل ہیں؟ تو آپ نے کہا کہ ہاں، یہ دونوں بھی بہتر فرقوں میں شامل ہیں، اسی طرح کچھ لوگ خوارج کو کفار میں شامل کرتے ہیں مگر یہ لوگ بھی انہیں بہتر فرقوں میں شامل ہیں۔(سوال وجواب نامی کیسٹ)۔

۲-شیخ البانی رحمہ اللہ کا فتوی:

آپ سے اخوان المسلمون کے منہج کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ اخوانیوں کے یہاں یہ قاعدہ معروف ہیکہ ہم متفقہ امور میں ایک دوسرے کا ساتھ دیں گے اور مختلف فیہ امور میں

ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے۔جبکہ یہ اطلاق صحیح نہیں ہے،بطور خاص دوسرا نقطہ۔

انکے بارے میں خلاصہ یہ ہیکہ یہ اپنے مرشد اول کے اسی قاعدے کے مطابق چلتے ہیں،اسی لئے یہ کتاب وسنت کی روشنی میں نصیحت کرنے کے قائل نہیں ہیں،قرآن کی اس سورت کی روشنی میں:(وَالْعَصْرِ [1] إِنَّ الْإِنسَانَ لَفِي خُسْرٍ [2] إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) ترجمہ: زمانے کی قسم![1] کہ بے شک ہر انسان یقینا گھاٹے میں ہے۔[2] سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک اعمال کیے اور ایک دوسرے کو حق کی وصیت کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کی۔(العصر)۔

یہ لوگ ستر سالوں سے اسی اصول پر جی رہے ہیں،فہم اسلام سے مکمل طور پر دور ہیں اسی لئے یہ کبھی تطبیق اسلام کے بارے میں سوچتے ہی نہیں، کیونکہ جس کے پاس کچھ نہ ہو وہ کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔(ایک سروری سے ایک ملاقات نامی ایک کیسٹ)۔

مزید آپ نے کہا کہ یہ بالکل درست نہیں ہے کہ اخوان المسلمون اہل سنت ہیں کیونکہ یہ سنت کے دشمن ہیں۔(مصدر سابق)۔

ایک بار آپ سے یمنی اخوانی پارٹی میں شمولیت کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ مسلم ممالک میں پارٹی سازی جائز نہیں ہے کیونکہ اللہ کے نزدیک مسلمانوں کی صرف ایک ہی پارٹی ہے،ارشاد باری تعالی ہے:(أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ) ترجمہ: یہ لوگ اللہ کا گروہ ہیں، یاد رکھو! یقینا اللہ کا گروہ ہی وہ لوگ ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ (المجادلہ:۲۲)۔

اسلئے اسلام میں صرف ایک جماعت اور ایک پارٹی ہے،اور ہم اسی لئے منہج سلف کی بات

کرتے ہیں تاکہ مسلمان ایک گروہ بن کر رہیں، اور ایک ہی منہج پر قائم رہیں، کیونکہ اسلام میں حزبیت اور پارٹی سازی کا کوئی تصور نہیں ہے، اسی تصور کو غیر اسلامی بتایا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ [31] مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ) ترجمہ: اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ [31] ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔(الروم:۳۲)۔

آپ مسلم ممالک میں گھوم کر دیکھ لیں ہر جگہ آپ کو یہ خامی نظر آئے گی کہ کہیں بھی لوگ کتاب وسنت اور سلف صالح کے منہج پر قائم نہیں ہیں، ہر جگہ اس سے دوری پائی جاتی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یمن کے اندر اصلاح نام کی پارٹی کیا کتاب وسنت پر قائم ہے؟ اور کیا اسکا وہی منہج ہے جو سلف صالح کا تھا؟ میں یمنی نہیں ہوں مگر وہاں کے صورت حال سے واقف ہوں۔ ("اعلام القاصی والدانی للالبانی" نام کی کیسٹ)۔

۳-شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا فتوی:

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا کتاب وسنت کے اندر ایسے نصوص ہیں جن سے تعدد احزاب کے جواز کا پتہ چلتا ہو؟

تو آپ نے کہا کہ کتاب وسنت میں ایسا کوئی نص نہیں ہے جس سے تعدد احزاب کا پتہ چلتا ہو، بلکہ اسکے برعکس ایسے نصوص موجود ہیں جن سے اسکی مذمت ہوتی ہے، ارشاد باری تعالی ہے:(إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ

يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ) ترجمہ: بے شک وہ لوگ جنھوں نے اپنے دین کو جدا جدا کرلیا اور کئی گروہ بن گئے، تو کسی چیز میں بھی ان سے نہیں، ان کا معاملہ تو اللہ ہی کے حوالے ہے، پھر وہ انھیں بتائے گا جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ (الانعام:۱۵۹)۔

مزید ارشاد باری تعالی ہے: (وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ[31] مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ) ترجمہ: اور شرک کرنے والوں سے نہ ہو جاؤ۔ [31] ان لوگوں سے جنھوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور کئی گروہ ہو گئے، ہر گروہ اسی پر جو ان کے پاس ہے، خوش ہیں۔ (الروم:۳۲)۔

اور بلا شبہ حزبیت اور پارٹی سازی حکم الہی کے خلاف ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ) ترجمہ: اور بے شک یہ تمھاری امت ہے، جو ایک ہی امت ہے اور میں تمھارا رب ہوں، سو مجھ سے ڈرو۔ (المومنون: ۵۲)۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دعوت اسی وقت طاقتور ہوتی ہے جب کسی پارٹی یا جماعت کے تحت کی جاتی ہے؟! اس پر کہیں گے کہ یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ دعوت اس وقت مضبوط ہو گی جب داعی کتاب وسنت کی روشنی میں دعوت کا کام کرے گا۔ اور خلفائے راشدین کو اسوہ اور نمونہ بنائے گا۔ (”مجموعة كلام العلماء فی عبدالرحمن عبدالخالق“ نامی کیسٹ)۔

۴- شیخ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ کا فتوی:

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اخوان المسلمون، تبلیغی جماعت اور قطبی جماعت اہل سنت والجماعہ میں شامل ہیں یا نہیں؟

تو اس کے جواب میں آپ نے کہا کہ بہتر یہ ہیکہ انکے منہج پر گفتگو کی جائے، تو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان سب کا منہج اہل سنت والجماعہ کے منہج سے الگ ہے، اور یہاں تک افراد کی بات ہے تو ہم افراد پر حکم نہیں لگا سکتے کیونکہ بہت سے سلفی ان جماعتوں میں شامل ہیں اور انہیں ان کی حقیقت کے بارے میں نہیں پتہ ہے۔ (" الاسئلة السنية لعلامة البلاد اليمنية" نامی کیسٹ)۔

۵- شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا فتوی:

دشمنان توحید نے اس دعوت کو ختم کرنے کیلئے بہت کوششیں کیں، اس کے اندر شکوک و شبہات پیدا کر کے اس سے لوگوں کو متنفر کرنا چاہا لیکن یہ دعوت پوری دنیا میں پھیلتی ہی چلی گئی۔

آخری حملہ اس دعوت پر باہر سے آنے والے خارجی مشکوک افکار ہیں جنہیں دعوت دین کے نام پر ہمارے ملک کے اندر داخل کیا گیا اور مختلف ناموں سے جنہیں جانا جاتا ہے جیسے کہ اخوان المسلمون، تبلیغی جماعت اور دیگر کچھ جماعتیں۔ اور ان سب کا ہدف ایک ہے اور وہ یہ کہ ہماری توحید کی دعوت کو ختم کر کے اسکی جگہ لے لینا۔ (حقیقة الدعوہ الی اللہ، ص ۴)۔



حق بات یہ ہیکہ شیخ حسن بنا مسلمانوں کو عقیدہ کے حساب پر جمع کرنا چاہتے تھے، انہوں نے سوچا کہ عقیدہ میں اختلاف سے کچھ نہیں ہوگا، ہر انسان اس میں کچھ نہ کچھ تنازل اختیار کرلے گا، اور سب آکر بیچ راہ میں مل جائیں گے، بطور خاص دور حاضر کے کربناک حالات میں، چنانچہ حسن بنا کہتے ہیں کہ اس وقت مسلمانوں کیلئے سب سے ضروری کام انہیں اپنی صفوں کو ایک بنانے کا ہے، خواہ اس کے لئے سخت محنت ہی کیوں نہ کرنا پڑے، حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ (مجموعۃ رسائل البناص ۵۰۰)۔

حسن بنا نے مزید کہا کہ ہمارا مقصد یہ ہیکہ لوگوں کو اسلامی احکام کی طرف واپس لے آئیں، ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ لوگ الگ الگ مذاہب میں بٹے رہیں، اور ہماری کوششیں ضائع ہوجائیں۔

اخوانی مراد ہضیبی نے کہا کہ اگر ایک قبطی بھی ہمارے اصولوں کو مان لے تو ہم اسے بھی امیدوار بنا دیں گے، ہم یہ شرط نہیں لگاتے کہ امیدواری کیلئے مسلم کا ہونا ضروری ہے۔ایک عیسائی قبطی ہماری جماعت کا رکن بن سکتا ہے۔(مامون ہضیبی سے ایک ملاقات، مجلہ المحرر، شمارہ نمبر ۲٦۷، بتاریخ: ۲۹/اگست ۱۹۹۴ء)۔

میرے بھائی! عام اصولوں اور مشکوک افکار پر لوگوں کو جمع کرنا کوئی صحیح طریقہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ اسلامی طریقہ ہے۔

ضروری ہیکہ اسکے لئے بنیاد صحیح عقیدہ اور منہج ہو، اسی سے مسلمانوں کی صفوں میں اتحاد پیدا ہوگا، اور شرف ومجد کی چوٹی پر پہونچ سکیں گے، کیونکہ اسلام کے اندر ہر کام کی بنیاد عقیدہ ہے، جس ہر اسکے ارکان قائم ہیں۔

یہ جان لینے کے بعد معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی بھی دعوت جسکی بنیاد عقیدہ توحید پر قائم نہ ہو نیز شرک و بدعات اور معاصی سے پاک نہ ہو وہ دعوت لا محالہ ناکامی کا شکار ہوگی، کیوں کہ بنیادیں ہواؤں میں کھڑی نہیں ہوتی ہیں، بلکہ انکے لئے مضبوط زمین چاہیئے تاکہ وہ کبھی گر نہ سکیں ارشاد باری تعالی ہے:(أَفَمَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَى مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ أَمْ مَنْ أَسَّسَ بُنْيَانَهُ عَلَى شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ) ترجمہ:] تو کیا وہ شخص جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ کے خوف اور اس کی خوشنودی پر رکھی، بہتر ہے، یا وہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کھوکھلے تودے کے کنارے پر رکھی، جو گرنے والا تھا؟ پس وہ اسے لے کر جہنم کی آگ میں گر گیا اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:۱۰۹)۔

اور جب ہم دعوت کے کام کو اس بنیاد سے شروع کرنے کی بات کرتے ہیں تو اسکا مطلب یہ نہیں ہوتا ہے کہ دوسرے پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا گیا ہے بلکہ ہمارا مقصد یہ ہوتا ہیکہ ہمیں سب سے پہلے اپنے ہر عمل کو اسی مقصد سے ابتداء کرنا چاہیئے۔

اسی کی روشنی میں سیاست بھی ہقنخ چاہیئے، اور اسی منہج پر آداب واخلاق کہ بنیاد بھی ہونی چاہیئے، اور اسی کے دائرے میں رہ کر ہمیں ترغیب وترہیب کا پہلو بھی اپنانا چاہیئے، اور اسی توحید کی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ قائم ہوگا تو اسی وقت دنیا و آخرت میں سعادت اور کامیابی حاصل ہوگی۔(منہج السلف فی العقیدہ واثرہ فی وحدۃ المسلمین للدکتور السحیمی، نام کا موضوع جو مجلہ البحوث کے شمارہ نمبر ۱۱ میں شائع ہوا تھا)۔



میں نے سلفی منہج کو اختیار کیوں کیا؟!

میرے بھائی! مذکورہ وضاحت کے بعد میں آپ سے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اخوان المسلمون کے لوگ مجھے محبوب ہیں لیکن حق میرے نزدیک ان سے بھی زیادہ محبوب ہے، بلکہ یہ حق خود میری ذات سے بھی مجھے زیادہ محبوب ہے، اسلئے میں پوری صراحت کے ساتھ کہتا ہوں کہ اخوان المسلمون سے محبت کے باوجود میں نے ان کے ساتھ کام کرنا چھوڑ دیا اور سلفی منہج کو اختیار کرلیا، کیوں کہ اس منہج کے اندر کوئی نقص اور عیب نہیں ہے، اس لیے کہ یہ منہج معصوم ہے، جی ہاں، معصوم عن الخطا ہے!!

معصوم ہے: اسلئے کہ اسی منہج پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قائم تھے، اور منہج سلفی کے اندر مجتہد کی کوئی غلطی خود اسی پر محمول ہوتی ہے، اور اسی کی طرف واپس کر دیا جاتا ہے، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اس غلطی کو منہج سلفی پر محمول نہیں کیا جاتا، اس طرح امتی میں سے کوئی فرد سلفیت کا بانی نہیں ہے، اسکے بانی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اور اس منہج کے پیروکار مقلد نہیں متبع رسول ہیں، اگر ہم مقلد ہوتے تو امام احمد بن حنبل کے مقلد ہوتے، بلکہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے مقلد ہوتے، پھر آخر کوئی اخوانی یہ کیسے کہتا ہے کہ ہم شیخ مقبل بن ھادی کے مقلد ہیں؟!

غور وفکر اور استدلال کے باب میں منہج سلفی کا ایک ضابطہ ہے: التمسک بالکتاب والسنۃ بفھم سلف الامۃ۔ یعنی سلف امت کے فہم کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونا۔ اور سلف سے مراد صحابہ کرام کی جماعت ہے، کیوں کہ کتاب وسنت کو وہی سب سے بہتر سمجھنے والے ہیں، اسی لئے انہیں کے فہم کو دوسروں کے فہم پر مقدم کیا گیا ہے، اسکے علاوہ بھی اسکے دو اسباب ہیں:

پہلا سبب:

الف- اسلئے کہ انہوں نے شریعت سازی کے دور کو دیکھا ہے، وحی کے نزول اور اسکے دلائل نیز اسکے اسباب اور مواقع کی حقیقت کو جانا اور سمجھا ہے۔

ب- شریعت میں سب سے پہلے خطاب انہیں کو کیا گیا ہے، اور سب سے پہلے خطاب سے وہی مراد ہیں۔

ج- صحابہ کرام فصاحت و بلاغت کی چوٹی پر پہونچے ہوئے تھے، اور وحی انہیں کی زبان میں نازل ہوئی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انکے درمیان موجود تھے انکے اشکالات کو حل کرتے تھے۔

د- کتاب وسنت کے اندر صحابہ کرام کی فضیلت پر بہت سارے نصوص شاہد ہیں جن سے انکے بلند اخلاق و کردار اور رفعت شان کا پتہ چلتا ہے۔

ھ- اور اس لئے کہ اللہ تعالی نے انہیں کو دین میں بعد والوں کا امام بنایا ہے، انکی مدح وستائش کی ہے، اور ان لوگوں کی بھی مدح وستائش کی ہے جو انکے نقش قدم پر چلیں گے، اور یہی ہوتا ہے کہ تابع بھی متبوع کی فضیلت حاصل کر لیتا ہے جب اسکے نقش قدم پر قائم رہتا ہے۔

و- اور اسلئے کہ وہ تمام گمراہیوں سے پاک تھے، ہلاکت خیزیوں اور بھیانک غلطیوں سے دور تھے، اسی لئے اللہ نے انکی عدالت اور ثقاہت کی گواہی ساتوں آسمان کے اوپر سے دی ہے، ارشاد باری تعالی ہے: (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ) ترجمہ: اللہ ان سے راضی ہوگیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا۔ (البینہ: ۸)۔

ز- اور اسلئے کہ وہ سب سے بہتر صدی میں رہتے تھے جیسا کہ اس حدیث کے اندر وارد ہوا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ:" خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ، ثُمَّ يَجِيءُ أَقْوَامٌ تَسْبِقُ شَهَادَةُ أَحَدِهِمْ يَمِينَهُ وَيَمِينُهُ شَهَادَتَهُ".

ترجمہ: سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے، پھر وہ لوگ جو اس کے بعد ہوں گے اور اس کے بعد ایسے لوگوں کا زمانہ آئے گا جو قسم سے پہلے گواہی دیں گے اور گواہی سے پہلے قسم کھائیں گے۔“ (صحیح بخاری: ۲۶۵۲)۔

دوسرا سبب:

بہت سی جماعتیں اور فرقے ایسے ہیں جو کتاب وسنت پر عمل پیرا ہونے کے دعویدار ہیں، مگر فہم سلف یعنی فہم صحابہ کے مطابق نہیں بلکہ اپنے اپنے ان اماموں کے فہم کے مطابق جنہوں نے ان جماعتوں اور فرقوں کو قائم کیا یا اس جماعت کے لوگ جن اماموں کی طرف اپنی نسبت کرتے ہیں۔

جہمیہ بھی کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا دعوی کرتے ہیں مگر جعد بن درہم اور جہم بن صفوان کے فہم پر، اشاعرہ بھی کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا دعوی کرتے ہیں مگر اپنے امام ابوالحسن اشعری کے فہم پر، شیعہ بھی کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا دعوی کرتے ہیں مگر اپنے بارہ اماموں کے فہم پر، تبلیغی بھی کتاب وسنت کی پیروی کرنے کا دعوی کرتے ہیں مگر اپنے امام محمد الیاس کے فہم پر۔

اسی طرح دوسری جماعتوں اور فرقوں کو بھی قیاس کرلیں، تمام جماعتیں اور فرقے اپنے اماموں اور اکابرین جماعت ہی کی روشنی میں دین کو سمجھتے، سمجھاتے اور عمل کرتے ہیں!!

یہ صرف سلفیت کا طرہ امتیاز ہے کہ یہ کتاب وسنت کو فہم صحابہ کی روشنی میں سمجھتے، سمجھاتے اور عمل کرتے ہیں۔



ایک شبہ اور اسکا جواب

الموازنۃ بین الحسنات والسیئات کا قاعدہ

اور اسکی حقیقت!

اس مختصر وضاحت کے بعد آپ مجھ سے یہ پوچھ سکتے ہیں کہ آخر اخوان المسلمون کے عیوب کو گنانے کے ساتھ انکی اچھائیوں کو بیان کیوں نہیں کیا جبکہ یہ قاعدہ مشہور ہیکہ دونوں پہلوؤں کو بیان کرنا چاہیئے؟!

اسکا جواب یہ ہیکہ اہل بدعت اور نفس پرستوں کو ایکسپوز اور ان سے امت کو آگاہ کرتے وقت سلف امت نے اس قاعدے پر عمل نہیں کیا ہے، کتنے ایسے لوگ ہیں جنکے بارے میں علمائے سلف نے کہا کہ فلاں کی روایت ہم نہیں لیتے ہیں، کیونکہ وہ ضعیف ہے، پھر اسکے دیگر کسی بھی پہلو کو بیان نہیں کیا جاتا، کیونکہ یہاں پر امت کو اس شخص سے آگاہ کرنا ہے۔

اور یہ قاعدہ سلف کے یہاں مشہور بھی نہیں ہے، بلکہ بعد میں حزبیوں نے اسے بنایا ہے تاکہ اس قاعدے کے ذریعے علمائے امت کے نشانے پر نہ آسکیں، اور اپنی گمراہیوں کو چھپا سکیں اور اسی اپنے اس وسیع قاعدے پر عمل پیرا ہوسکیں جسے انکے مرشد اول حسن بنانے بنایا ہے کہ" ہم اپنے متفقہ امور میں ایک دوسرے کا تعاون کریں گے اور اختلافی امور میں ایک دوسرے کو معذور سمجھیں گے"، جبکہ اس قاعدے پر بہت سارے معاصر علماء نے نکیر کی ہے جیسے کہ شیخ ابن باز، شیخ البانی، شیخ ابن عثیمین اور شیخ وادعی وغیرہ۔

اور شیخ ابن باز رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ نقد کے وقت موازنہ ضروری ہے یعنی

جب آپ لوگوں کو آگاہ کرنے کی خاطر کسی بدعتی پر نقد کریں تو ضروری ہیکہ اسکی اچھائیوں کو بھی بیان کریں تاکہ اس پر ظلم نہ ہو؟

تو آپ نے کہا کہ نہیں، یہ ضروری نہیں ہے، اور جب آپ اہل سنت والجماعہ کی کتابوں کو پڑھیں گے تو اسے اچھی طرح سمجھ جائیں گے، چنانچہ آپ امام بخاری کی کتاب "خلق افعال العباد" پڑھیں، اسی طرح عبداللہ بن احمد کی کتاب السنہ سے کتاب الادب پڑھیں، اسی طرح ابن خزیمہ کی کتاب التوحید پڑھیں، اہل بدعت پر عثمان بن سعید دارمی کی کتابیں پڑھیں، انکے علاوہ اور دیگر ائمہ دین کی کتابیں پڑھیں، ان تمام ائمہ امت نے ایک باطل کے باطل کو ایکسپوز کیا ہے، انکی اچھائیوں کو کسی نے نہیں گنایا ہے، کیونکہ اہل بدعت کی بدعت کے سامنے انکی اچھائیوں کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اسلئے کہ اگر انکی بدعت مکفرہ ہوگی تو انکی ساری اچھائیاں خاک میں مل جائیں گی، اور اگر مکفرہ نہیں ہوں گی تو پھر بھی وہ ہلاکت کے قریب ہوگا، اسلئے یہاں مقصد صرف اسکی بدعتوں اور گمراہیوں سے امت کو آگاہ کرنا مقصد ہے۔ (کتاب المحجۃ البیضاء للشیخ ربیع المدخلی ص ۸)۔

اسی حزبی قاعدے پر رد کرتے ہوئے شیخ البانی رحمہ اللہ نے کہا کہ یہ بدعتیوں کا قاعدہ ہے، کیا اگر ایک محدث کسی ایسے راوی پر کلام کرتے ہوئے اسے سیئ الحفظ یعنی کمزور حافظے والا کہے جو نیک، صالح، عالم اور فقیہ ہو تو کیا ساتھ میں یہ بھی کہے کہ جو کہ بہت ہی نیک، صالح، عالم اور فقیہ ہیں؟! یہاں معاملہ احکام شریعت کے استنباط سے جڑا ہے، آخر انہوں نے یہ قاعدہ کا بنیاد پر گڑھ لیا ہے؟ کیا کوئی داعی اور عالم اگر کسی بدعت پر کلام کرے تو کیا ضروری ہے کہ تمدن بدعتیوں کے محاسن اور انکی خوبیوں کو بیان کرنا شروع کردے؟ یقینا یہ مضحکہ خیز امر ہے!! (سلسلۃ الھدی والنور، نمبر ۸۵۰)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ سے اسی قاعدے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے کہا کہ اگر کوئی

کسی کے بدعت کو بیان کرنا چاہتا ہے تو اس وقت اسکے محاسن کو بیان مناسب نہیں ہے، کیونکہ یہ رد اور نکیر کا مقام ہے اور اس وقت یہ پہلو کمزور ہو جائے گا اور اس طرح یہ غیر مقبول ہو سکتا ہے۔(ایک کیسٹ جسے ۱۶/ ۱۲/ ۱۴۱۶ھ کو ریکارڈ کیا گیا)۔

شیخ احمد نجمی رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ اس موازنہ والے قاعدے پر عمل کب کیا جائے گا؟ یا یہ کہ یہ قاعدہ ہی غلط ہے؟

تو آپ نے کہا کہ یہ قاعدہ نقد کے وقت درست نہیں ہے، اسے آپ درج ذیل حدیث کی روشنی میں سمجھ سکتے ہیں:

عَنْ فَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ أَنَّ أَبَا عَمْرِو بْنَ حَفْصٍ طَلَّقَهَا الْبَتَّةَ وَهُوَ غَائِبٌ فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا وَكِيلُهُ بِشَعِيرٍ فَسَخِطَتْهُ فَقَالَ وَاللَّهِ مَا لَكِ عَلَيْنَا مِنْ شَىْءٍ. فَجَاءَتْ رَسُولَ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- فَذَكَرَتْ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ »لَيْسَ لَكِ عَلَيْهِ نَفَقَةٌ« . فَأَمَرَهَا أَنْ تَعْتَدَّ فِى بَيْتِ أُمِّ شَرِيكٍ ثُمَّ قَالَ »تِلْكَ امْرَأَةٌ يَغْشَاهَا أَصْحَابِى اعْتَدِّى عِنْدَ ابْنِ أُمِّ مَكْتُومٍ فَإِنَّهُ رَجُلٌ أَعْمَى تَضَعِينَ ثِيَابَكِ فَإِذَا حَلَلْتِ فَآذِنِينِى« . قَالَتْ فَلَمَّا حَلَلْتُ ذَكَرْتُ لَهُ أَنَّ مُعَاوِيَةَ بْنَ أَبِى سُفْيَانَ وَأَبَا جَهْمٍ خَطَبَانِى. فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ -صلى الله عليه وسلم- »أَمَّا أَبُو جَهْمٍ فَلاَ يَضَعُ عَصَاهُ عَنْ عَاتِقِهِ وَأَمَّا مُعَاوِيَةُ فَصُعْلُوكٌ لاَ مَالَ لَهُ انْكِحِى أُسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ« . فَكَرِهْتُهُ ثُمَّ قَالَ »انْكِحِى أُسَامَةَ« . فَنَكَحْتُهُ فَجَعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا وَاغْتَبَطْتُ بِهِ.

ترجمہ: فاطمہ بنت قیس سے روایت ہے، کہ ابو عمرو نے ان کو طلاق دی طلاق بائن اور وہ شہر

میں نہ تھے یعنی کہیں باہر تھے اور ان کی طرف ایک وکیل بھیج دیا اور تھوڑے جو روانہ کیے اور فاطمہ اس پر غصہ ہوئیں تو وکیل نے کہا کہ اللہ کی قسم! تمہارے لیے ہمارے ذمہ کچھ نہیں ہے (یعنی نفقہ وغیرہ) پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "تمہارے لیے ان کے ذمہ کچھ بھی نہیں ہے۔" پھر حکم کیا فاطمہ کو کہ تم ام شریک کے گھر میں عدت پوری کرو پھر فرمایا: کہ "وہ ایسی عورت ہے کہ وہاں ہمارے اصحاب بہت جمع رہتے ہیں تم ابن ام مکتوم کے گھر عدت پوری کرو اس لیے کہ وہ ایک اندھے آدمی ہیں وہاں تم اپنے کپڑے اتار سکتی ہو۔ (یعنی بے تکلف رہو گی گوشہ پردہ کی تکلیف نہ ہو گی) پھر جب تمہاری عدت پوری ہو جائے تو مجھ کو خبر دینا۔" وہ کہتی ہیں کہ جب میری عدت پوری ہوگئی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ مجھے معاویہ بن ابی سفیان اور ابوجہم نے نکاح کا پیغام دیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ "ابوجہم تو اپنی لاٹھی اپنے کندھے سے نہیں اتارتا اور معاویہ مفلس آدمی ہے کہ اس کے پاس مال نہیں، تم اسامہ بن زید سے نکاح کرلو۔" اور مجھے یہ امر ناپسند ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا: کہ "اسامہ سے نکاح کرلو۔" پھر میں نے ان سے نکاح کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی خیر وخوبی دی کہ مجھ پر دوسری عورتیں رشک کرنے لگیں۔ (صحیح مسلم: ۱۴۸۰)۔

یہ نقد کا مقام تھا اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں حضرات صحابہ کی کوئی بھی تعریف نہیں کی اور نہ ہی انکی کسی اچھائی کو گنایا بلکہ صرف انکے عیوب کو ایکسپوز کیا۔

اسی طرح درج ذیل اس حدیث سے بھی سمجھا جاسکتا ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: " أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالصَّدَقَةِ، فَقِيلَ مَنَعَ ابْنُ جَمِيلٍ وَخَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ وَعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ،

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا يَنْقِمُ ابْنُ جَمِيلٍ إِلَّا أَنَّهُ كَانَ فَقِيرًا فَأَغْنَاهُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ، وَأَمَّا خَالِدٌ فَإِنَّكُمْ تَظْلِمُونَ خَالِدًا قَدِ احْتَبَسَ أَدْرَاعَهُ وَأَعْتُدَهُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، وَأَمَّا الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَعَمُّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهِيَ عَلَيْهِ صَدَقَةٌ وَمِثْلُهَا مَعَهَا".

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ ابن جمیل اور خالد بن ولید اور عباس بن عبدالمطلب نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے۔ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن جمیل یہ شکر نہیں کرتا کہ کل تک وہ فقیر تھا۔ پھر اللہ نے اپنے رسول کی دعا کی برکت سے اسے مالدار بنا دیا۔ باقی رہے خالد، تو ان پر تم لوگ ظلم کرتے ہو۔ انہوں نے تو اپنی زرہیں اللہ تعالیٰ کے راستے میں وقف کر رکھی ہیں۔ اور عباس بن عبدالمطلب، تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں۔ اور ان کی زکوٰۃ انہی پر صدقہ ہے۔ اور اتنا ہی اور انہیں میری طرف سے دینا ہے۔ (صحیح بخاری: ۱۴۶۸)۔

آپ غور کریں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اچھائیوں کو بیان نہیں کیا بطور خاص ابن جمیل کے تعلق سے۔ پتہ چلا کہ نقد کے مقام میں اس قاعدے پر عمل نہیں ہوگا، بلکہ یہ قاعدہ حزبیوں کا ہے جسے انہوں نے اپنی گمراہیوں اور انحرافات کو ہلکا کرنے کیلئے گڑھا ہے۔ و باللہ التوفیق۔ (الفتاوی الجلیہ، ص ۵۴)۔



حرف آخر

میرے بھائی! ضروری ہیکہ ہم کتاب وسنت پر مبنی حق کو سمجھیں اور باطل کو ترک کر دیں، کیونکہ نفس پرستی لوگوں کو صحیح راہ سے منحرف کر دیتی ہے۔

اور جب ہم حق کو پہچان لیں گے تو اسی واسطے سے اہل حق کو بھی پہچان لیں گے، اسلئے کہ حق ہی معیار ہے، شخصیات کو حق کے ذریعے پہچانا جاتا ہے، شخصیات کے ذریعے حق کو نہیں پہچانا جاتا، اور یہ معرفت شرعی علم ہی سے حاصل ہو سکتی ہے، اور وہ بھی ایسے علماء کے ہاتھ جو شرعی علوم سکھاتے ہوں، سلف کی کتابوں کو پڑھاتے ہوں، ورنہ آج کے پرفتن دور میں حق کی معرفت کہاں سے ملے گی؟! اس قدر فرقے اور جماعتیں پائی جاتی ہیں اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے شدید اختلاف رکھتے ہیں، سب کے الگ الگ منہج اور طریقے ہیں، منہج سلف کا کوئی بھی داعی اور متبع نہیں ہے، اسکے باوجود ہر کوئی صحیح منہج کا دعویدار ہے۔

میرے بھائی! یہ کچھ باتیں تھیں جنہیں میں نے حق سمجھ کر لکھ دیا تا کہ میرے سوا دوسرے بھی اس سے استفادہ کرلیں اور حق کے پیروکار بن جائیں، سلف امت کے فہم کی روشنی میں کتاب وسنت پر عمل پیرا ہو جائیں، اور میں عہد کرتا ہوں کہ جہاں کہیں بھی حق پاؤں گا اس کی اتباع کروں گا، حق سے سر موئے انحراف نہیں کروں گا، کیونکہ حق ہی اس لائق ہے کہ اسکی اتباع کی جائے خواہ اس کا قائل کوئی بھی ہو، اور اگر میرے سامنے باطل ہوگا تو اس وقت میں اس آیت پر عمل کروں گا: (مَعْذِرَةً إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ) ترجمہ: انھوں نے کہا تمھارے رب کے سامنے عذر کرنے کے لیے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈر جائیں۔ (الاعراف: ۱۶۴)۔

اور آخر میں یہی کہوں گا:(إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ) ترجمہ: میں تو اصلاح کے سوا کچھ نہیں چاہتا، جتنی کرسکوں اور میری توفیق اللہ کے سوا کسی سے نہیں، میں نے اسی پر بھروسا کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔(ھود:۸۸)۔

اللہ آپ کو خیر و برکت سے نوازے، میرے بھائی! میں یہ سطور لکھ رہا ہوں اور آنکھیں اشک بار ہیں، والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

۲۸/ ذی القعدہ، ۱۴۲۰ھ

الیمن، القاعدہ۔



فہرست موضوعات

موضوعات	صفحہ
تقدیم شیخ مقبل بن ھادی الوادعی	۲
تقدیم شیخ عبدالعزیز البرعی	۴
تقدیم شیخ علی بن محمد الاعروقی	۸
مقدمہ	۱۰
نص رسالہ	۱۳
وہ اسباب جن کی بنیاد پر اخوان المسلمین کو ترک کیا	۱۴
صفات باری کا انکار	۱۵
تفویض کا عقیدہ	۱۷
انکار مہدی	۱۸
عقیدہ ولاء و براء کا واضح نہ ہونا	۱۹
قبروں اور مزاروں پر سفر کر کے جانا	۲۷
تصوف کی مدح وستائش	۲۷
شیخ حسن بنا کا عقیدہ اور آپ کے پیروکاروں پر اسکی چھاپ!	۳۳
۱-سید قطب:	۳۳
سید قطب خلق قرآن کے قائل تھے	۳۶
سید قطب عقیدہ کے باب میں احادیث آحاد کو حجت نہیں مانتے ہیں	۳۷

۲-مصطفی سباعی ۔جوکہ سیریا میں اخوان المسلمون کے مرشد عام رہ چکے ہیں ۳۸

۳-سعید حوی: ۴۰

کیا سعید حوی صوفی تھے؟ ۴۳

۴-عمر تلمسانی: ۴۵

۵-یوسف قرضاوی: ۴۹

(الف)-ولاء و براء اور قرضاوی: ۴۹

(ب)-قرضاوی نے یورپ سے اسلام کو تسلیم کرنے کی دعوت دی: ۵۰

(ج)-قرضاوی اسرائیل کو مبارکبادی پیش کرتے ہوئے: ۵۱

(د)-قرضاوی نے کہا کہ یہود سے ہماری لڑائی عقیدے کی خاطر نہیں ہے! ۵۲

(ھ)-فتوی دینے میں قرضاوی کا منہج: ۵۲

۱-جمہوریت کا دفاع: ۵۳

۲-قرضاوی اور پارٹی سازی: ۵۴

۳-قرضاوی اختلاط کی دعوت دیتے ہوئے: ۵۴

۴-قرضاوی اور مسلم خاتون کا ڈرامہ میں شمولیت: ۵۵

۵-قرضاوی اور گانا سننے کا جواز: ۵۶

اخوانیوں کا شیخ حسن بنا کی شخصیت میں غلو کرنا: ۵۸

اخوانی جماعت کے بارے میں اہل علم کے فتاوے: ۶۱

۱-شیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ کا فتوی: ۶۱

۲-شیخ البانی رحمہ اللہ کا فتوی:	٦١
۳-شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ کا فتوی:	٦٣
۴-شیخ مقبل بن ھادی الوادعی رحمہ اللہ کا فتوی:	٦۴
۵-شیخ صالح الفوزان حفظہ اللہ کا فتوی:	٦۵
کلمہ حق	٦٦
میں نے سلفی منہج کو اختیار کیوں کیا؟!	٦٨
ایک شبہ اور اسکا جواب	۷۲
حرف آخر	۷۷
فہرست موضوعات	۷۹

